دسمبر 1998

اللہ
رسول
محمد

ماہنامہ

# المُرشد

لاہور

14 کروڑ عوام کا مطالبہ
شریعت کا نفاذ

پاک وطن میں
پاک نظام

رب کی دھرتی
رب کا نظام

ماہنامہ

# المرشد

لاہور

مدیر
چوہدری محمد اسلم

سی پی ایل نمبر3

جلد نمبر20 شعبان 1419ھ بمطابق دسمبر 1998ء شمارہ نمبر5

## اس شمارے میں


| نمبر | عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|---|
| 1 | اداریہ - سی ٹی بی ٹی - کوئی نہ سر اٹھا کر چلے | سرفراز حسین | 3 |
| 2 | اے مسلم خوابیدہ | امیر محمد اکرم اعوان | 4 |
| 3 | ہدایات برائے سالکین | امیر محمد اکرم اعوان | 11 |
| 4 | کوئی بتائے 'کوئی بھید کھولے | ہارون الرشید | 17 |
| 5 | امیر محمد اکرم اعوان کا سیٹ وی پریس سے خطاب | محمد یوسف | 19 |
| 6 | کلام شیخ | امیر محمد اکرم اعوان (سیماب اویسی) | 24 |
| 7 | تصویر کے دو رخ | امتیاز رشید بٹ | 25 |
| 8 | اخرجت للناس | امیر محمد اکرم اعوان | 27 |
| 9 | علماء کنونشن میں امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب | زرقا الطاف | 33 |
| 10 | ایڈیٹر کی ڈاک | قارئین | 36 |
| 11 | دارالعلوم دیوبند | مفتی محمد شفیع | 37 |
| 12 | تھوڑا تھوڑا بست | سید اعزاز شاہ | 40 |
| 13 | اجتماعی کوشش | فرح شاہد | 41 |
| 14 | مولانا اللہ یار خان (یادا شتیں) | ڈاکٹر محمد حامد | 43 |
| 15 | علاج نبوی اور جدید سائنس | ڈاکٹر خالد غزنوی | 49 |
| 16 | جادو کی حقیقت - علاج | امیر محمد اکرم اعوان | 55 |
| 17 | بلیاں اور بندر | سرفراز حسین | 60 |
| 18 | سوال و جواب | امیر محمد اکرم اعوان | 63 |
| 19 | وائے پریشانی تیرا علاج ڈھونڈوں کہاں | ایک بندہ خدا | 64 |


رابطہ آفس:- کمرہ نمبر8- سیکنڈ فلور' ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد- فون 732254 فیکس 727002

ناشر- پروفیسر حافظ عبد الرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور- 6314365

پتہ- ماہنامہ المرشد' اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور- فون 5180467

# ماہنامہ المرشد کے

بانی:۔ حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست:۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ او یسیہ

نشرواشاعت:۔ چوہدری غلام سرور

ناظم اعلیٰ:۔ کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر:۔ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر:۔ الطاف قادر

سرکولیشن مینجر:۔ رانا جاوید احمد

کمپیوٹر گرافکس:۔ محمد ظہیر


## بدل اشتراک

قیمت 15 روپے

| | سالانہ | تاحیات |
|---|---|---|
| پاکستان | 165 روپے | 2500 روپے |
| غیر ملکی سری لنکا، بنگلہ دیش | 400 روپے | 4000 روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | 90 سعودی ریال | 700 سعودی ریال |
| برطانیہ اور یورپ | 25 سٹرلنگ پونڈ | 130 سٹرلنگ پونڈ |
| امریکہ | 45 امریکن ڈالر | 300 امریکن ڈالر |
| کینیڈا | 50 امریکن ڈالر | 350 امریکن ڈالر |

# اداریہ سی ٹی بی ٹی ۔ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

اقوام عالم کی تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان حکومتوں کے زوال کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب میر جعفر اور میر صادق جیسے غداران قوم بھی تھے۔ جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کروڑوں زندگیوں کو غاصبوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے۔

ہر دور کے نئے تقاضے اور نئے مطالبے ہوتے ہیں جنہیں سمجھنا اور اپنی قوم کی کشتی کو دشمنوں کی شاطرانہ چالوں سے بچا کر نکال لے جانا ہی زیرک حکمرانوں کا کمال ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں غلامی کی ان زنجیروں کے نام سی ٹی بی ٹی' (Comprehensive test Ban Treaty) ایل ٹی بی ٹی' (Limited test Ban Treaty) ایف ایم ٹی' ٹی ٹی بی ٹی (تھریش ہولڈ بین ٹریٹی) وغیرہ رکھے گئے ہیں مقصد سب کا ایک ہی ہے کہ "کوئی نہ سر اٹھا کر چلے"۔

سپر پاور حکومتیں اگر اپنی بالادستی کے لئے کمزور ممالک کو ان معاہدوں کے نام پر جکڑنے کی کوشش کرتی ہیں تو یہ چنداں حیرانی کی بات نہیں ہے لیکن جب ہماری اپنی حکومتیں' ذرائع ابلاغ اور دوسرے ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنی عوام اور دیگر سیاسی جماعتوں پر دباؤ ڈالیں اور ملک کے ممتاز سائنس دانوں کو بھی اس ضمن میں استعمال کرنے سے گریز نہ کریں بلکہ معاہدوں کے نام پر غلامی اختیار کرنے کے فوائد پر لیکچر شروع ہو جائیں تو محب وطن عناصر کی تشویش دو چند ہو جاتی ہے۔

حکومت کی ان معاہدوں پر دستخط کرنے کے لئے بے قراری کو دیکھتے ہوئے ملک کی کچھ قابل ذکر سیاسی پارٹیوں نے حکومت کے اہل بست و کشاد کو بہت سخت الفاظ میں متنبہ کیا ہے کہ وہ متذکرہ معاہدوں پر دستخط نہ کریں۔ اس کے باوجود دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ حکومت ان معاہدوں پر دستخط کرنے کے لئے رائے عامہ ہموار کرنے میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہو گئی ہے۔

حکومت کو ہمارا یہ مشورہ ہے کہ وہ عوام کی رائے کا احترام کرتے ہوئے انہیں کسی نئے جال میں پھنسانے سے گریز کرے ورنہ عوام جس حال میں اپنی صبح و شام بسر کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کچھ بھی نکل سکتا ہے۔ اور شاید اس بار وہ کسی کو جعفر و صادق نہیں بننے دیں گے۔

سرفراز حسین

# اے مسلم خوابیدہ

**خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' دارالعرفان منارہ 10-4-98**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

گناہ اور ثواب کا ایک تصور جو ہمارے اسلامی معاشرے میں موجود ہے۔ یہ بھی اپنی اصل صورت سے بہت دور ہٹ چکا ہے۔ قرآن حکیم کا اعجاز یہ ہے کہ اس کے الفاظ بھی موجود ہیں محفوظ ہیں اور اس کے مفاہیم بھی بحمد اللہ محفوظ ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن حکیم کے متن کے ساتھ قرآن حکیم ہی کا مفہوم تلاش کیا جائے اور مفاہیم قرآن ملتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ میں' قران کے معنی کا تعین ہوتا ہے حضور ﷺ کے ارشادات اور حضور ﷺ کے عمل مبارک سے یا صحابہؓ کے کردار سے جنہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے عمل کیا اور حضور ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ جب ہم اس بات سے ہٹ جاتے ہیں اور اس میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں اور اپنی طرف سے صرف ونحو اور منطق استعمال کرتے ہیں اور اپنی عقل وخرد کے زور سے اس کے معنی تلاش کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے معانی گم ہو جاتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ جو آدمی برائی کرتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ جن لوگوں نے برائی کا راستہ اپنا رکھا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے اَنْ يَّسْبِقُوْنَا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ میری گرفت سے بھاگ جائیں گے؟ ان کا یہ خیال ہے کہ کبھی ان سے پوچھا نہیں جائے گا' کسی کے قابو نہیں آئیں گے؟ اگر انہوں نے ایسا سمجھ رکھا ہے۔

فرمایا! سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ تو انہوں نے بہت برا فیصلہ کیا ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ گناہ اور برائی کیا شے ہے؟ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ نماز چھوڑ دینا گناہ ہے۔ درست ہے' نماز چھوڑ دینا گناہ ہے۔ کسی کے ساتھ زیادتی کرنا' کسی کا مال لے لینا' کسی کی ناحق جان لے لینا' کسی کی آبرو لوٹنا یہ سب گناہ ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا یہ بھی گناہ ہے لیکن گناہ گناہ میں بہت فاصلہ ہے ایک آدمی گناہ کرتا ہے اس سے یا اس کی ذات متاثر ہوتی ہے یا معاشرے کا کوئی ایک فرد۔ ایک آدمی گناہ کرتا ہے تو اس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ میں اور آپ گناہ بھی کریں گے تو کون سا تیر مارلیں گے لیکن اقتدار میں بیٹھے ہوئے لوگ جب گناہ کرتے ہیں تو ایک شخص کے فیصلے چودہ کروڑ مسلمانوں کو ذلت سے دوچار کر دیتے ہیں۔ ہر قریے میں بے شمار مساجد ہیں ہر شہر میں بے حساب مساجد ہیں ہر مسجد سے وعظ ہوتا ہے بے شمار درس گاہیں ہیں ہر درس گاہ میں پڑھایا جاتا ہے بے شمار اخبارات نکلتے ہیں ہر اخبار میں بات آتی ہے کہ سود حرام ہے۔ اور اگر کوئی سود کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہے اور حلال نہ سمجھے لیکن کھاتا رہے تو قرآن کہتا ہے کہ تو نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ کر رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ارباب اختیار نہیں جانتے؟ جانتے ہیں۔ روزانہ اسی قرآن کو چومتے ہیں' پڑھتے ہیں' سنتے ہیں' جہاز بھر کے جاتے ہیں بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں' رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں' روضہ اطہر ﷺ پہ جاتے ہیں اور ان کے لئے روضہ اطہر ﷺ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے یہ جالی مبارک کے اندر قبر اطہر ﷺ تک جاتے ہیں۔ بیت اللہ

کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور یہ اندر چلے جاتے ہیں۔ کیا بیت اللہ شریف کے اندر جانے سے بندے کی نجات ہو جائے گی؟ اگر یہ شرط ہوتی پھر تو وہ 365 بت بھی جنت میں جاتے جو بیت اللہ میں برس ہا برس پڑے رہے۔ اس بیت اللہ کے اندر 365 بت تھے جو برسوں پڑے رہے۔ بلکہ گناہ پر دلیری کر کے بیت اللہ میں جانا تو شاید غیرت الٰہی کو للکارنے والی بات ہے۔ یا چودہ کروڑ مسلمانوں کو حرام کھانے پہ مجبور کر کے روضہ اطہر ﷺ پہ جانا' قبر مبارک ﷺ پہ جانا' میرے خیال میں اس سے بڑی کسی گستاخی کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ایسا کیوں کرتے ہیں جب یہ بھی جانتے ہیں کہ حرام ہے۔ یہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ ظہور اسلام سے پہلے پوری دنیا میں جو معاشی نظام تھا وہ بھی سودی تھا۔ اقوام عالم کے باقی قوانین ایک دوسرے سے مختلف تھے فوجداری اور سول کے قوانین مختلف تھے' عدالتوں کا انداز مختلف تھا' حکمران الگ الگ تھے حکومتیں الگ الگ تھیں' قومیں الگ الگ تھیں لیکن معاشی نظام پوری دنیا پہ سودی تھا۔ کیوں سودی تھا؟ اس لئے کہ سودی نظام سرمایہ داروں کا بنایا ہوا نظام تھا۔ غریب اور مجبور آدمی اس میں الجھ جاتا ہے پھنس جاتا ہے پھر ساری زندگی وہ مزدوری کرتا رہتا ہے اور سرمایہ دار بغیر کچھ کئے بیٹھا ہوا اس کی مزدوری کے پیسے وصول کرتا رہتا ہے۔ ہمارے ہاں جب پارٹیشن ہوئی' مہاجر آئے تو مہاجرین نے اتنی جائیدادیں ہندوستان میں نہیں چھوڑیں جتنی زمینیں ہندو یہاں چھوڑ گئے۔ مسلمان تو ہندوستان میں بھی کاشتکار تھے' یہاں بھی کاشتکار تھے ان کے پاس تو زمینیں تھوڑی بہت تھیں۔ لیکن ہندو تو کاشتکار نہیں تھا' ہندو تو دکاندار تھا' بنیا تھا' ہندو نے زمینیں کیوں خریدیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی ہندو نے کوئی ایک مرلہ زمین بھی نہیں خریدی یہ اس سودی نظام کا چکر تھا کہ جس کاشتکار نے سو پچاس روپیہ کسی ہندو مہاجن سے قرض لے لئے پھر اس پر سود بنتا' بنتا' بنتا' اتنا بن گیا کہ کاشتکار اسے ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہا اور ہندو بنیئے نے پھر عدالت میں جا کر ڈگری کرالی اور اس کی ساری کھیتی ہتھیالی' ساری زمینیں اس کی ہتھیا لیں۔ یہ جتنی زمینیں ہندوؤں نے چھوڑی ہیں یہ ساری انھوں نے سود میں چھینی ہیں۔ کم از کم میرے علم میں نہیں ہے کہ کس ہندو نے کہیں کوئی رقبہ خریدا ہو۔ اسے کیا ضرورت تھی کیوں خریدتا وہ تو کاشتکار ہی نہیں تھا۔ تو دنیا کے سرمایہ داروں کو یہ نظام بڑا پسند ہے جب کہ اسلام کا معاشی نظام یہ ہے کہ سرمایہ دار سے لیا جائے اور فقیر اور محتاج اور غریب کو دیا جائے۔ اسلام کا معاشی نظام اگر ہم اپنے ملک میں اپناتے ہیں تو موجودہ صورت حال میں یہ تبدیلی آئے گی کہ ملک میں جتنی انڈسٹریز ہیں ان کا منافع قومی بنکوں میں جائے گا کیوں کہ وہ سب قومی سرمائے سے لگائی گئی ہیں یہ جتنے کارخانے لگے ہوئے ہیں کسی نے اپنا دھیلا نہیں لگایا سب بینکوں کے قرضوں سے لگائے گئے ہیں اور اکثر ایسا کرتے ہیں کہ اگر بنک سے انھوں نے بیس کروڑ لیا ہے تو کارخانہ پانچ کروڑ کا لگتا ہے پندرہ ویسے ہی کھا جاتے ہیں اگر انہیں ضرورت پانچ کی ہو تو قرضہ بیس کا منظور کراتے ہیں۔ اس قرضے پہ بنک کو یا قوم کو کیا واپس کرتے ہیں' چار فیصد سود اور وہ بھی صرف کاغذات میں ہے کہ یہ چار فیصد سود دیں گے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعد میں وہ قرضے بھی معاف کرا لیتے ہیں۔ وہ سرمایہ جب اس طرف نکل جاتا ہے تو کاروبار سلطنت کے لئے پیسہ کہاں سے آئے۔ ارباب اقتدار نے اس کا حل یہ نکالا ہے کہ عام آدمی پر ایک ٹیکس اور لگا دیا جاتا ہے۔ غریب آدمی جو سو روپیہ کماتا ہے اس میں سے اڑسٹھ روپے ٹیکس میں چلے جاتے ہیں جو نظر نہیں آتے اور بتیس روپے اس کے پاس بچتے ہیں۔ ہم جب کہتے ہیں کہ روپے کی کوئی چیز نہیں ملتی تو روپے میں ہمارے پاس بتیس پیسے ہوتے ہیں اڑسٹھ پیسے ٹیکس میں چلے جاتے ہیں مثلاً" ہم ماچس کی ڈبیہ خریدتے ہیں چار آنے کی یہ ڈبیہ جب لاکھوں کی تعداد میں کارخانے میں بنتی ہیں تو یہ بنتی ہے ڈیڑھ پیسے یا دو پیسے کی۔ باقی ساڑھے تین آنے جو اس پر آتے ہیں وہ تین آنے ٹیکس کے ہوتے ہیں دو پیسے اس کارخانہ دار کا پرافٹ ہوتا ہے۔ ہر چیز پر ایسے بے شمار ٹیکس ہیں جو غریب آدمی ہر روز ادا کرتا ہے لیکن

اسے پتہ نہیں چلتا جس سے پوچھو وہ کہتا ہے میں تو ٹیکس نہیں دیتا لیکن وہ دیتا ہے بلکہ دیتا ہی وہ ہے۔ زمین کا مالیہ کسان دیتا ہے' پھر پانی کا آبیانہ دیتا ہے' کھاد پر ٹیکس دیتا ہے' کیڑے مار دوائیوں پر ٹیکس دیتا ہے پھر جب اس کی فصل پھٹی کی اترتی ہے اس پہ ٹیکس دیتا ہے جب جاتا ہے مارکیٹ بیچنے اس پہ ٹیکس دیتا ہے۔ پھٹی خریدنے والا دھاگا بنانے کے لئے ٹیکس دیتا ہے۔ جس کارخانے میں دھاگا بنتا ہے اس پر الگ ٹیکس ہے کپڑے بنانے والے پہ الگ ٹیکس ہے' کپڑے والے سے آڑھتی خریدتا ہے اس پر ٹیکس ہے پھر وہ بازار میں دکاندار کو دیتا ہے اس پر ٹیکس ہے جب دکاندار آپ کو یا مجھے دیتا ہے اس پر پھر سیلز ٹیکس ہے۔ ایک کپڑے کو روئی سے کپڑا بننے تک کتنے ٹیکسوں سے گزرنا پڑتا ہے تو اس میں اصل قیمت کیا رہ جاتی ہے۔ ٹیکس' اصل قیمت سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ یہ ٹیکس کیوں لگتے ہیں؟ اس لئے کہ قومی سرمایہ حاصل کرنے والے لوگ اسے واپس نہیں کرتے اور کاروبار سلطنت چلانے کے لئے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا ٹیکس مزید بڑھا دیا جاتا ہے۔

اب اگر اسلامی معاشی نظام آجائے تو اسلامی معاشی نظام یہ چاہتا ہے کہ جتنے لوگوں نے قومی قرضہ سے کارخانے لگائے ہیں انوسٹمنٹ کے حساب سے ان کا منافع بنک کو جائے اور جتنا سرمایہ انہوں نے خود لگایا ہے اس کا منافع وہ خود لے لیں۔ اگر دس کروڑ کی فیکٹری لگی ہے آٹھ کروڑ بنک کا ہے دو کروڑ ان کا اپنا ہے تو دو کا منافع وہ لے لیں اور آٹھ کا تو بنک کو جائے۔ اگر سارا پیسہ بنک کا ہے تو سارا پرافٹ بنک کو جائے انہیں صرف اپنا کام کرنے کی تنخواہ اور کارکردگی کا معاوضہ ملے۔ اگر بنک کے وہ قرضے بھی نہ ڈوبیں اور ہر قرضے پر اسے پرافٹ واپس آئے تو ٹیکس لگانے کی نوبت ہی نہیں آئیگی۔ ہم نے اپنا ایک پرائیویٹ بنک بنا رکھا ہے جو اسی اسلامی قاعدے کے مطابق کام کرتا ہے اس میں کبھی بھی بیس فیصد سے کم منافع نہیں آتا اور بیس سے انتیس فیصد تک اس کی شرح منافع رہتی ہے آپ کم از کم بیس فیصد بھی لگالیں تو ہر سو کے ساتھ بیس روپے اگر آئیں خزانے میں تو یہ جو کھربوں روپے لگے ہوئے ہیں ان کارخانوں پر' ان کا اربوں میں منافع واپس قومی بنک میں جمع ہو تو وہ منافع کاروبار سلطنت چلانے کے لئے کام آئے اور غریب آدمی پر ٹیکس لگانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ کپڑے سے' جوتے سے' چمڑے سے' ماچس سے' چینی سے' دال سے' آٹے سے' اگر ٹیکس ہٹا دیں تو آج جو روٹی دو روپے کی ملتی ہے وہ روپے کی دس ہو جائیں۔ کسی کی تنخواہ نہ بڑھائے حکومت' کسی کو کوئی ریلیف نہ دے اگر اپنے ناجائز ٹیکس واپس لے لے یا ان کا کچھ حصہ کم کر دے تو ہر چیز سستی ہو جاتی ہے غریب آدمی بھی کھانا کھانے لگتا ہے۔ پھر روپیہ سو پیسے کا ہو سکتا ہے ٹیکس جتنے کم ہوں گے اتنی ہی روپے میں جان آئے گی۔

دنیا میں دو ملک ایسے ہیں جہاں ستر فیصد آمدن ٹیکس میں جاتی ہے ایک پاکستان دوسرا امریکہ۔ لیکن امریکہ ٹیکس واپس لوٹاتا بھی ہے مثلاً" جب بھی کوئی بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تب سے لیکر جب تک ماں کا دودھ پیتا رہتا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس ماں کی دیکھ بھال کرے' بچے کی پیدائش کا خرچہ اٹھائے اس کو ادویات دے' بچے کے لئے دودھ مہیا کرے' بچے کو دوائیں دے۔ اور وہ دیتے ہیں۔ ہمارے جو پاکستانی امریکہ میں رہتے ہیں جب یہ آتے ہوئے چھوٹے بچے ساتھ لاتے ہیں دو مہینے رہنا ہوتا ہے تو دو مہینے کی دوائیں' دودھ وغیرہ وہ انہیں پیک کرکے دیتے ہیں کہ ساتھ لے جاؤ۔ جب بچہ پڑھنے کے قابل ہوتا ہے' تو سرکاری گاڑی اسے گھر سے لے جاتی ہے سکول میں جائے دودھ کھانے کا وقت ہو تو وہ حکومت دیتی ہے' کتابیں حکومت دیتی ہے' پنسلیں کاپیاں حکومت دیتی ہے' حکومت کی گاڑی گھر چھوڑ جاتی ہے اور بارہ جماعت تک پڑھنا ہر ایک بچے کے لئے لازمی بھی ہے اور اس کا سارا خرچ حکومت دیتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ والدین کی ذمہ داری ہے علاج معالجہ' بے روزگاری وغیرہ کی مد میں جو ٹیکس وہ لیتے ہیں وہ اتنا لوٹ کر واپس بھی آتا ہے۔ امریکہ کے صدر کے گھر پر جس طرح کی سہولت ہے بجلی کی گیس کی ٹیلی فون

کی یا جس طرح کا فرنیچر ہے جس طرح کے قالین بچھے ہوئے ہیں اس طرح کے قالین' اس طرح کا فرنیچر' وہی گیس وہی بجلی وہی ٹیلی فون امریکہ کے ہر گھر میں موجود ہے۔ تو اس طرح لوگ ٹیکس آرام سے دیتے ہیں کہ جو ٹیکس وہ دیتے ہیں اس کا بہت سا حصہ سہولیات کی شکل میں انہیں واپس بھی مل جاتا ہے۔

ہمارے یہاں ٹیکس لیا جاتا ہے واپس کچھ نہیں دیا جاتا کوئی تعلیمی سہولت نہیں ہے کسی بیمار کو کوئی سہولت نہیں ہے۔ اول تو ہسپتال نہیں اگر ہسپتال ہے تو ڈاکٹر نہیں' کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ رہتا گھر پہ ہے تنخواہ ہسپتال سے لیتا ہے دوا کوئی نہیں ملتی کوئی بھی سہولت نہیں۔ یہی حال سکولوں کا ہے یہی حال تعلیم کا ہے۔ یہی حال مہنگائی کا ہے تو اگر یہ اپنے پلے سے کچھ نہ بھی دیں اس نظام کو اسلامائز کردیں تو ایک عام آدمی کو اگر اسے بیس روپے سو کے پیچھے منافع آئے تو اس کا مطلب ہے کہ فی ہزار اسے دو سو روپے مل جائیں گے۔ تو اگر کسی کے پاس دس ہزار روپے ہوں اور وہ بنک میں رکھ دے تو اسے تو دو ہزار روپے ماہوار منافع مل جائے گا حلال بھی ہوگا اور منافع بھی ہو گا اس کی تو نوکری ویسے ہی لگ گئی۔ تو یہ تو بڑے مزے کی بات ہے۔ حکمران کیوں نہیں کرتے؟ حکمران اس لئے نہیں کرتے کہ جب ان لوگوں کو کھانے کو مل جائے گا تو پھر یہ ہماری طرف بھی دیکھیں گے اور ہم سے پوچھیں گے کہ تم کیا کر رہے ہو لہٰذا حکمرانوں کو یہی صورت حال مناسب لگتی ہے کہ انہیں اگر صبح کا کھانا مل جائے تو انہیں شام کے کھانے کی فکر ستائے اور شام کو مل جائے تو انہیں صبح کے کھانے کی فکر ہو یہ اسی میں لگے رہیں ہمیں نہ پوچھ سکیں۔ اس لئے معاشی نظام کی اصلاح نہیں کی جاتی۔

اور اصل گناہ یہ ہے کہ حکمرانوں نے چودہ کروڑ مسلمانوں کو اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے سود کھانے پہ مجبور کیا ہوا ہے۔ میرے تمہارے گناہ کیا ہوں گے' کسی کی دیہاڑی کاٹ لی ہوگی' کسی کو گالی دے دی ہوگی' کوئی نماز نہیں پڑھی ہوگی' کسی کے دس بیس روپے کھالئے ہوں گے اس سے زیادہ کیا گناہ کریں گے لیکن یہ گناہ جو ہو رہا ہے جس سے ہم متاثر بھی ہو رہے ہیں اس گناہ کا مقابلہ نہ کرنا ایسا گناہ ہے کہ ہم ان کے گناہ میں شریک ہیں۔ ہم بھی ہر سال انہی کو ووٹ دے کر' انہی کی تائید کرکے' انہیں پھر اقتدار دے دیتے ہیں تو ہم بھی وہ گناہ کر رہے ہیں اور ان کے گناہوں میں رضاکارانہ اور بلامعاوضہ شریک ہیں۔

اسی طرح اسلام کا نظام عدل ہے۔ اسلام کا نظام عدل مجرم کو تو سزا دیتا ہے لیکن جو جرم نہیں کرتا اسے سزا نہیں دیتا۔ کسی نے جرم کیا ہے تو وہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ جرم کی جگہ تک اپنے وسائل سے پہنچے' اپنے وسائل سے تحقیق کرے اور جلد از جلد اس کا فیصلہ کردے۔ اگر ایک آدمی قتل کر دیتا ہے دس دن میں فیصلہ ہو جاتا ہے سات دن اپیل کے ملتے ہیں پندرہ دن بعد اسے پھانسی دے دی جاتی ہے بات ختم ہو گئی مرنے والوں کا بھی غم ہلکا ہو گیا مارنے والا بھی اپنے انجام کو پہنچا لیکن اس طرح تو لوگ فارغ ہو گئے۔ لوگ تو پھر حکمرانوں کا گریباں پکڑیں گے' خالی تو نہ بیٹھیں گے۔ لہٰذا وہ کیوں پندرہ دن میں اسے پھانسی لگائے۔ کیوں نہ اسے دس بارہ سال رگڑا دے سال ڈیڑھ پولیس اسے ذلیل کرے پھر پولیس کا چالان عدالت میں جائے تو وکیل آرام سے کہہ دے کہ جی یہ تو سارا پولیس کا بوگس کام ہے اس کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں۔ تو اگر اس کا اعتبار نہیں تو ایک سال' دو سال کیوں آپ نے تفتیش پہ ضائع کئے پھر اس کے بعد سیشن فیصلہ سنائے گا پھر ہائی کورٹ جائے گا پھر سپریم کورٹ جائے گا تو یہاں دو آدمیوں نے ایک بندہ مار دیا 72ء میں تلہ گنگ کے پاس' مجھے ان کے مقدمے کا پتہ ہے وہ دونوں قاتل تھے اور دونوں پھانسی لگے لیکن قتل 72ء میں ہوا تھا اور انہیں 84ء میں پھانسی دی گئی۔ 72ء سے چوراسی تک بارہ سال جو مقدمہ چلتا رہا اس میں ان کی عزتیں لٹ گئیں ان کی زمینیں بک گئیں ان کے بچے آوارہ ہو گئے۔ دو بندوں کو سزا نہیں ملی دو خاندان تباہ ہو گئے تو قتل تو ان دو بندوں نے کیا تھا معصوم بچوں کا' ان خواتین کا یا ان کے خاندان کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ بندوں کو تو بارہ سال کے بعد پھانسی ملی لیکن جو بارہ

سال جیل میں رکھا گیا وہ کس جرم کی سزا ہے۔ یہ قتل کا بدلہ قتل تھا تو انہیں تفتیش کر کے انکوائری کر کے جو بارہ سال انہیں جیل میں جلایا وہ کس جرم کی سزا ہے اور یہ ایک جگہ نہیں چودہ کروڑ پاکستانیوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ سوائے اس خالص طبقے کے۔

اب تماشہ دیکھیں کہ ایک آدمی جو سٹیل مل کا مینجر تھا وہ سات سو کروڑ روپے کھا گیا۔ ایک کارخانے کا مینجر سات ارب روپے ڈکار گیا سات سو کروڑ روپے کھا گیا اور دو چار دس کروڑ کا سرمایہ تو اس کی بیٹی سے برآمد ہو گیا اس میں کچھ ہیرے تھے کچھ پرائز بانڈز تھے کچھ جواہرات تھے۔ اب دس کروڑ کی مالیت کا چوری کا مال جس سے برآمد ہوا اسے ایک دن تھانے میں رہنا پڑا تو پوری اسمبلی میں شور مچ گیا کہ جی کل ہماری بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی ہوگا۔ وہ مجرم تھی قوم کی' جس سے چوری کا مال برآمد ہوا' اسے کسی کی بیٹی کے ناطے کسی نے نہیں پکڑا کہ فلاں کی بیٹی ہے پکڑلو۔ جو بھی جرم کرتا ہے وہ مجرم ہوتا ہے وہ کسی کا بھائی بیٹا یا بیٹی شمار نہیں کیا جانا چاہئے تو یہ تھا کہ بھئی جو سلوک ہمارے ساتھ کرتے ہو اس کے ساتھ بھی کرو! لیکن نہیں۔ اب مزے کی بات یہ ہے کہ جنہوں نے پکڑا وہ مصیبت میں ہیں اور وہ موج کرتی پھرتی ہے۔ انکوائری ان کی ہو رہی ہے کہ اسے کیوں پکڑا؟ شاباش! یعنی بڑے آدمیوں کا انصاف اس طرح ہے۔ میاں نواز شریف صاحب کے پچھلے دور حکومت میں میاں صاحب چار جگہ تشریف لے گئے کہ ان بچیوں کی عزت لوٹی گئی ہے میاں صاحب کے جانے کی وجہ سے چار جگہوں پر پوری ٹی وی ٹیم ساتھ گئی' وہاں کی صوبائی حکومت' وہاں کا آئی جی' ڈی آئی جی' ان کے وفاقی وزراء۔ ایک میاں صاحب کے آنے جانے کا اور ٹیلی ویژن کے اس سسٹم کے لے جانے میں آٹھ دس کروڑ روپیہ خرچ ہو گیا حاصل یہ ہوا کہ اس کی بیٹی کو دنیا کے (باون) ملکوں کے لوگوں نے دیکھا کہ اس لڑکی کی عزت لٹ گئی۔ نتیجہ کیا نکلا؟ چار جگہ میاں صاحب گئے' دو کیس بعد میں جھوٹے ثابت ہوئے جنہوں نے فرض کہانی گھڑی تھی جو دوسرے دو تھے ان میں ملزم بری ہو گئے۔ یعنی حکومت نے جو مدد کی وہ یہ تھی کہ پہلے دس گھروں کو پتہ تھا ایک گاؤں کو یا چار گاؤں کو پتہ تھا اس نے دنیا کے باون ملکوں کو دکھایا نتیجہ کیا ہوا......؟ ان کی بیٹیاں الگ ہیں اور غریب کی بیٹیاں الگ ہیں۔ تو اصل گناہ تو پھر یہ کرتے ہیں نا اس کی لذت بھی پھر یہ لیتے ہیں اس کا فائدہ بھی پھر یہ لیتے ہیں۔

لیکن ہم بھی کرتے ہیں۔ ہم اس طرح کرتے ہیں کہ انہیں ووٹ دے کر اسی نظام کو' اس سسٹم کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ جس طرح کتے کو ہڈی ڈال دی جائے نا اور وہ کتا نہیں دیکھتا کہ اس پر کوئی گوشت بھی ہے یا نہیں' ہڈی کے لئے لڑ لڑ کے مرجاتے ہیں یہی حال اس قوم کا ہے۔ ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی ہے انہوں نے کہ تمہارے لئے ڈسٹرکٹ کونسل کا الیکشن کرائیں گے۔ اس میں کیا ہو گا؟ جو ممبر بن جائے گا ڈسٹرکٹ کونسل کا وہ یونین کونسل کا چیئرمین بھی ہو گا اس کے پاس فنڈز آئیں گے وہ بھی موج کرے گا۔ اس کے سوا کیا ہے۔ اب ہر گھر میں ایک امیدوار کھڑا ہے اور ہر سفید پوش طرہ باندھ کر پھرتا ہے۔ پچیس ٹیمیں میرے پاس بھی آئیں میں نے کہا یار! میں تو اس کے خلاف لڑ رہا ہوں کم از کم مجھے تو معاف رکھو۔ میں تو کہتا ہوں یہ ظالمانہ سسٹم ہے اور اس نے مسلمانوں کی جان ومال اور آبرو نیلام کر دی ہے یہ ظلم کرتا ہے لوگوں کی عزت بیچتا ہے لوگوں کے خون بیچتا ہے انہیں کہہ دو کہ ہم اس سسٹم میں نہیں آنا چاہتے کوئی اسلامی سسٹم لاؤ ہم مسلمان ہیں ہمارے ساتھ مسلمانوں والی بات کرو لیکن یہ لڑلڑ کر ایک دوسرے کو کاٹیں گے اس طرف نہیں آئیں گے۔

جسے حکمران چاہیں گے اسے وہ چیئرمین بنا دیں گے' ووٹ اس کو ملیں گے جسے حکمران پسند کریں گے کیونکہ نتیجہ ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی کی گنتی نکلواتے ہیں۔ ابھی پچھلے الیکشن کا نتیجہ دیکھ لیں کہ چھیانوے یا ستانوے ہزار ووٹ جنرل مجید صاحب کے نکلے اور بیالیس تینتالیس ہزار ان کے مخالف کے نکلے مجموعی طور پر ڈیڑھ لاکھ ووٹ نکلا۔ کوئی بندہ کہہ سکتا ہے کہ

پچھلے الیکشن میں پولنگ بوتھوں پر ڈیڑھ لاکھ لوگ گئے تھے۔ کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ اس حلقے کا ڈیڑھ لاکھ آدمی ووٹ ڈالنے گیا تھا۔ پچاس ہزار بھی نہیں گئے ووٹ ڈیڑھ لاکھ نکل گیا۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اپنی مرضی سے ڈلواتے ہیں، مرضی سے گنواتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بناتے ہیں جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں۔

ان کے قیدیوں کا نظام بھی الگ ہے اب اس ملک کا سب سے بڑا کرپٹ آدمی جس کے پیچھے پوری حکومت کھڑی ہے کہ یہ مجرم ہے یہ ڈاکو ہے یہ لٹیرا ہے یہ چور ہے یہ بدمعاش ہے وہ ہے آصف علی زرداری۔ کہتے ہیں وہ جیل میں ہے۔ وہ جیل میں نہیں ہے اسے تحفظ دیا گیا ہے اس سے تنگ آئے ہوئے لوگوں سے۔ جس جگہ وہ رہتا ہے، جس کمرے میں، اس کمرے کا مہینے کا خرچہ بائیس لاکھ روپے ہے۔ انٹرنیٹ اس کے پاس ہے، موبائل فون اس کے پاس ہے، ڈش انٹینا اس کے پاس ہیں، پوری دنیا کے ساتھ اس کا رابطہ ہے، دنیا کے سارے اخبار وہاں جاتے ہیں، دنیا کے بہترین کھانے اسے ملتے ہیں اور جب چاہتا ہے بیوی کو بھی بلا لیتا ہے۔ وہ جیل میں ہوتے ہیں تب بھی اللہ انہیں اولاد دیتا رہتا ہے، ایسے عجیب کرشمے ہیں۔ اتنا بڑا مجرم سینٹ کا الیکشن لڑتا ہے سینیٹر بن جاتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہاں آپ بارہ بور بندوق کے لئے درخواست دیں تو وہ پوچھتے ہیں کہ تمہارے خلاف کوئی پرچہ تو نہیں۔ پہلے کہیں لڑائی جھگڑے کا کہیں کوئی چوری کا کیس ہے تو تمہیں لائسنس نہیں مل سکتا۔ ایسا ہی ہوتا ہے نا..... تو تمہیں لائسنس نہیں مل سکتا انہیں سینٹ کی سیٹ مل سکتی ہے اور سینٹ اس ملک کا سب سے اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ ایک طرف ملک کا بدترین ڈاکو ہے دوسری طرف ملک کے اعلیٰ ترین ادارے کا ممبر بھی ہے اس کا مطلب ہے غریب آدمی کے لئے قانون اور ہیں ان کے اپنے لئے اور امیروں کے لئے قانون اور ہیں۔

یہ جو مولوی صاحب روز ہمیں ہی ڈراتے رہتے ہیں تاکہ سارے جوتے ہمیں ہی پڑیں گے، سارے گرز ہمیں کو لگیں گے اور ہمیں سے دوزخ بھرا جائے گا مولانا دوزخ تو ان سے بھرا جائے گا لیکن افسوس ہمیں اس وقت ہو گا جب مولوی اور پیر بھی ساتھ جائیں گا۔ مولوی یا پیر کیوں جائیں گے؟ اس لئے کہ مولوی اور پیر لوگوں کو سچی بات نہیں بتاتے۔ مولوی اور پیر کا بھی کام تھا کہ یہ بات لوگوں کو بتاتے جس طرح میں سمجھا رہا ہوں، لوگوں کو کہتے کہ میدان میں نکلو اور ان سے چھین لو اقتدار اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حوالے کر دو۔ مولوی خود کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وارث کہتا ہے۔ پیر صاحب میں کیا بزرگی ہے؟ پیر صاحب کا قد بڑا ہوتا ہے یا پیر صاحب میں کیا کوئی خون زیادہ ہوتا ہے یا پیر صاحب کوئی سونے کے انڈے دیتا ہے۔ پیر صاحب کی بزرگی ہم اس لئے مانتے ہیں کہ یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کا امین ہے اور ہمیں وہ برکات پہنچائے گا۔ یہ کیسا امین ہے جو خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا نہیں کر سکتا یعنی چودہ کروڑ امتی محمد رسول اللہ ﷺ کے یرغمال بنائے ہوئے ہیں ان تین ساڑھے تین ہزار لوگوں نے اور نہ پیر صاحب ان کے مقابلے کی بات کرتا ہے نہ مولوی صاحب ان کے مقابلے کی بات کرتا ہے مولانا جوتے تو یہاں پڑیں گے جب یہ حساب ہو گا ہم بھی گنہگار ہیں ہم بھی خطاکار ہیں اللہ معاف کرے اور اس نے معاف نہ کیا تو بڑے جوتے پڑیں گے لیکن ان لوگوں سے کم۔ ہم نے ظلم کیا ایک جان پر، انہوں نے چودہ کروڑ مسلمانوں کو مظلوم بنا رکھا ہے۔ اور ظلم کے ساتھ تعاون کرنا سمجھوتہ کرنا یا ظلم کو برداشت کرتے رہنا یہ بھی بہت بڑا ظلم ہے۔ ظلم کو برداشت کرنا بھی ظلم میں تعاون کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا سادہ سی بات یہ ہے کہ یار...... پچاس برس بیت گئے ہم تو اب زندگی کی آخری سرحدوں پر ہیں کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ موت جو آ رہی ہے اسے ہم اس جگہ ملیں جہاں باطل کا مقابلہ کر رہے ہوں۔ اور وقت آگیا ہے کہ ان سے ظلم کا یہ اقتدار چھینا جائے اور سیدھا سیدھا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی کتاب کی حاکمیت قائم کی جائے اور انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

رب کا نظام

رب کی دھرتی

☆ ملک میں نافذ کافرانہ نظام سے نجات کے لئے

☆ عدل و انصاف کے شفاف نظام کے قیام کے لئے

☆ تمام انسانوں کو بلا تخصیص یکساں مواقع و سہولیات فراہم کرنے کے لئے

☆ مظلوم کی حمایت اور ظالم و غاصب کی بیخ کنی کرنے کے لئے

☆ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی و رضا کے لئے

# نفاذ اسلام ہماری منزل ہے

اس منزل کے حصول کے لئے ہم کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے

اور

پاکستان کو حقیقی معنوں میں پہلی اسلامی مملکت بنا کر دم لیں گے

انشاءاللہ

سید اعزاز شاہ فیصل آباد

# ہدایات برائے سالکین

(خطاب مولانا محمد اکرم اعوان سالانہ اجتماع دارالعرفان 86-7-27)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جب نماز کی جماعت سے سلام پھیرا جائے تو سالکین فوراً" باہر چلے جائیں۔ میرے خیال میں تمام مساجد میں نمازی نماز کے بعد کچھ دیر بیٹھتے ہیں اور آپ کو جب علم ہے کہ نماز کے بعد درس ہو گا تو پہلے سے تیاری کر کے کیوں نہیں آتے۔ آدھے سے زیادہ لوگ اٹھ کر چلے گئے ہیں تو پھر درس ہونے کا یا بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ اور میں نے کئی دفعہ دیکھا ہے مغرب کی اذان ہو رہی ہے کوئی صاحب سڑک پر کھڑے مسواک کر رہے ہیں۔ جب اذان ہو گئی ہے اور تمہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے تو سڑک پر انتظار کرنے کا کیا فائدہ کوئی دوسرے صاحب ابھی وضو کی تیاری کر رہے ہیں' جب مسجد میں گھڑیاں لگی ہوئی ہیں آپ کو وقت کا پتہ ہے تو ہر کام کی اس کے وقت کے مطابق تیاری کی جانی چاہیے۔ اگر زندگی میں باقاعدگی نہیں لانی تو یہاں وقت گزارنے کا کیا فائدہ۔

یہ یاد رکھ لیں کہ تصوف اور سلوک نام ہے زندگی میں ایک نظم کا' ایک باقاعدگی کا اور اتباع رسالت ﷺ میں کوئی بات بے ربط نہیں ہے۔ کوئی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی الجھاؤ ہو یا کوئی سمجھ نہ آنے والی بات ہو۔ یہ ایک لگا بندھا ٹائم ٹیبل ہے پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک اور ہر کام کرنے کا ایک انداز ہوتا ہے اس انداز کے مطابق اس میں حسن پیدا ہو جاتا ہے ورنہ کرتے تو بے وقوف بھی وہی ہیں جو دانا کرتے ہیں۔

ہر چہ دانا کند کند ناداں

لیک بعداز خرابی بسیار

بڑا خراب پریشان ہونے کے بعد اس جگہ پہنچتے ہیں جس طرح کرنا چاہیے

تو آپ حضرات کے لئے ٹائم ٹیبل بھی لگے ہوئے ہیں اور روزانہ تاکید بھی ہوتی ہے اس میں ایک باقاعدگی پیدا کریں اب کوئی غسل خانوں میں ہے کوئی ادھر ہے کوئی ادھر' یہ بھلا کیا بات ہوئی۔ کم از کم دو دن' چار دن' دس دن' جتنا یہاں ٹھہرنا ہے اس میں تو ایک باقاعدگی آجائے۔ حق تو یہ ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر اپنی پوری زندگی میں ایک باقاعدگی پیدا کریں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بغیر پروگرام کے چلتے ہیں راستے میں کوئی شخص مل جائے گا جی مجھے آپ سے ضروری کام تھا تو تجھے ضروری کام تھا تو میں غیر ضروری کام سے جا رہا ہوں۔ تجھے کام تھا تو تو اس کے لئے آتا میں تجھے ملتا راستے میں مل لیا کہ میں آرہا تھا دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور وقت ضائع کر دیا آپ خیریت سے ہیں آپ ٹھیک ہیں۔ میں اپنے کام سے جا رہا تھا۔ تم اپنا کام کرو کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ چند لمحے گنتی کے تجھے میسر ہیں انہیں اس طرح سے بسر کرو کہ قبر میں جا کر یہ دکھ نہ ہو کہ فلاں لمحہ تو میں نے کھو دیا۔ لمحے گن گن کر خرچ کرو اور کوئی خبر نہیں ہے کہ کونسا لمحہ آخری ہو۔ انسان کی بڑی لمبی عمر بیت جاتی ہے صرف اسی میں کہ آج کا دن گزارا کرتے ہیں کل کچھ کرلیں گے۔ ابھی وقت پڑا ہے اصلاح کرلیں گے' ابھی میرے پاس فرصت ہے' ہو جائے گا۔ لیکن اسے تب پتہ چلتا ہے جب وہ ساری فرصت ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس کا نقشہ درد ناک اور نہایت درد مندانہ انداز میں کھینچا ہے۔ فرمایا! جب اجل کا فرشتہ سامنے آجاتا ہے' نزع کا وقت آجاتا ہے' موت کی چاپ جب اپنے اردگرد سنتا ہے تو پھر متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور پھر کہتا ہے۔

"رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ" خدایا تھوڑی سی مہلت دے۔ تھوڑی سی زندگی بڑھا دے۔ کچھ روز مجھے اور جی لینے دے۔ "فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ" تو میں "فاصدق" میں اپنے عمل سے تیرے احکام کی تصدیق کروں۔ اسے اس وقت ہوش آتا ہے کہ مجھے کسی ضابطے' پروگرام' کسی قاعدے سے جینا تھا۔ میں نے ساری زندگی ضائع کردی۔ واکن من الصالحین اور یہ عملی تصدیق مجھے

صلحاء کے ساتھ ملادے اور نیک لوگوں میں میرا شمار ہو جائے۔

تو جب اللہ کریم نے یہ بتایا کہ اس سے مراد یہ تھی کہ سننے والے قبل ازوقت احتیاط کرلیں۔ اللہ کی بات سن کے اس کی بات پہ یقین کرکے اس وقت کے آنے سے پہلے اور مومن کی زندگی تو ایسی ہونی چاہئے کہ جس لمحے وقت آجائے وہ موت کے لئے تیار ہو۔ کسی لمحے وقت آجائے تو وہ اس کے لئے تیار بیٹھا ہو وہ سب کچھ اللہ کے سپرد کردے۔

حضرت عبیداللہ احرار رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے شیخ سلسلہ ہیں۔ یہ صاحب ریاست تھے۔ بہت بڑی جاگیر تھی ان کی۔ ایک سو ہل چلتا تھا ان کی اپنی زمین میں' بے شمار مویشی اور ملازم ہوتے تھے کام کرنے کے لئے' کاشتکاری کا وسیع کام تھا اور وہ خوب شان سے رہتے تھے۔

چوں فقر اندر قبائے شاہی آمد
زتدبیر عبیداللّٰہی آمد

حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا رہنے کا انداز امیرانہ ہوتا تھا۔ لباس اچھا پہنتے تھے کھاتے اچھا تھے اور صاحب سلسلہ بھی تھے۔ تو ایک دن کسی کے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسا صوفی ہے' کیسا فقیر ہے کہ اس نے اتنا لمبا جھنجھٹ بنا رکھا ہے اور دعویٰ تصوف بھی ہے۔ آزمائش کریں۔ تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد احباب سے جب فارغ ہوئے تو وہ آدمی قریب ہو کر کہنے لگا حضرت حج کا موسم ہے اور لوگ جا رہے ہیں میرا خیال ہے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو ہمیں بھی شرف ہم رکابی حاصل ہو حج کرلیں تو آپ نے فرمایا چلو بسم اللہ چلتے ہیں۔ نیک کام میں تاخیر کیوں۔ آؤ چلتے ہیں۔ اس نے کہا! حضرت یہیں سے' مسجد سے ہی چلنا ہے؟ فرمایا! اور کیا۔ جب جانا ہی ہے تو چلو یہیں سے چلتے ہیں۔ عرض کی' حضرت میں گھر سے ہو آؤں۔ میں تیاری کرلوں۔ فرمایا! میری جرات کا امتحان لے رہا تھا کہ یہ ساری ریاست کو چھوڑ نہیں سکتا۔ بیٹا! تیرے گھر میں رکھا کیا ہے جس کی تجھے فکر ہے؟ تو کہنے لگا' حضرت میں نے تو واقعی اس لئے بات کی تھی لیکن کیا آپ یہ سارا انتظام کسی کے سپرد کرکے نہ جائیں گے۔ فرمایا! میرے باپ کا ہے؟ جس کا مال ہے اور جس نے مجھے دیا ہے' میں نہیں ہونگا تو وہ خود میری جگہ کسی کو مقرر کردے گا۔ وہ خود دے دے گا کسی کو چلانے کے لئے۔ اس کا کام نہیں رکتا میں تو اپنی ذمہ داری نبھا رہا ہوں۔ جب تک میرے پاس ہے مجھے چلانا ہے جب میں نہیں رہوں گا تو وہ کسی اور کو دے دے گا وہ چلاتا رہے گا۔

تو کم از کم صوفی کی زندگی ایسی ہونی چاہئے کہ جس لمحے موت آجائے وہ اس کے لئے تیار ہو۔ جب ہم سحری کو اٹھتے ہیں اور ہمیں یہ خبر ہوتی ہے کہ اب ہمارا پروگرام یہ ہوگا اس کے بعد نماز ہوگی پھر ورس ہوگا تو ماسوا اس کے کوئی شدید بیماری آجائے یا کوئی غیر متوقع حالت پیدا ہو جائے اپنے آپ کو پروگرام میں ایڈجسٹ کرو۔ اور اگر یہ باقاعدگی حاصل نہ کرپائے تو آپ کے مراقبات کا اور آپ کے انوارات کا کوئی اعتبار نہیں وہ صرف وقتی ہونگے' لمحاتی ہونگے۔ جب آپ یہاں سے نکلیں گے تو چونکہ آپ یہاں ترتیب نہیں قائم رکھ سکے تو باہر جاکر بالکل نہیں رکھ سکیں گے اور ایک دن کی بے ترتیبی ساری محنت کو ضائع کردے گی۔ تو اپنی زندگی میں' اپنے اوقات کار میں' اٹھنے بیٹھنے میں ایک نظم پیدا کیجئے۔ اور اس کے مطابق اس کو نبھایئے آپ دیکھتے ہیں کہ مجھے خود کوئی ضرورت پڑ جائے تو میں ان احباب سے چھٹی لے کر' بتا کر اور پروگرام دے کر جاتا ہوں۔ جو ذمہ دار ہیں اور میری غیر حاضری میں کام کرتے ہیں۔ آج مجھے ایک جگہ جانا تھا لیکن میں نے آپ کا پریڈ مس نہیں کیا ابھی یہاں سے فارغ ہو کر جاؤنگا اور آپ صرف باہر نکلنے کے لئے یہ پریڈ مس کردیتے ہیں۔ تو کیا فائدہ آپ کو پابند کرکے بٹھانے کا؟ آپ صرف اس بات پہ مس کر دیتے ہیں کہ میں باتھ روم سے ہو آؤں۔

زندگی میں ضبط پیدا کریں۔ میں جب ظہر کا وضو کرتا ہوں تو الاماشاءاللہ عشاء پڑھنے تک مجھے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ مجھے خبر ہوتی ہے کہ مجھے عصر پڑھنی ہے مغرب پڑھنی ہے ذکر کرنا ہے عشاء پڑھنی ہے اس کے بعد فارغ ہونگا۔ کبھی

کبھی جب کوئی ایسا ہو جائے زیادہ پی لی اگر کوئی بیماری آگئی ورنہ مدتوں ظہر کا وضو کرتا ہوں اور عشاء کے بعد ضرورت پیش آتی ہے دوبارہ۔ وجود کو خبر ہے، دماغ کو خبر ہے، ذہن کا ایک پروگرام ہے۔ وجود اپنے آپ کو اس پروگرام میں ڈھال لیتا ہے اور اس کے ساتھ کوشش کریں اسے یقین دلائیں۔ اگر اسے یقین ہو کہ جب میں تقاضا کروں گا تو یہ بھیڑ کی طرح بھاگ پڑے گا۔ تو پھر یہ آپ کے پیچھے نہیں چلے گا آپ اس کے پیچھے بھاگتے رہیں گے۔ تو وہ انسان ہی کیا جس کا اپنے وجود پر اختیار نہ ہو۔

آپ شعبدہ بازوں کو، تماشہ کرنے والوں کو دیکھیں۔ یہ ایک پتلا سا بانس ہوتا ہے ایک نے اسے تھاما ہوا ہوتا ہے دوسرا اس پہ چڑھتا چڑھتا اوپر جا کر لٹک جاتا ہے۔ کیا یہ آسان کام ہے؟ بڑا مشکل ہے پھر وہ کیسے کرتے ہیں۔ مسلسل محنت سے، مسلسل پریکٹس سے اور جسے آپ مجاہدہ کہتے ہیں نا وہ اس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ اس فن کو سیکھنے کے لئے بڑے بڑے اونچے دو بانسوں کو رسہ باندھ دیتے ہیں اور کھڑے ہو جاتے ہیں تین چار گھڑے سر پر رکھ لیتے ہیں آرام سے چلتے ہوئے نہیں بلکہ اس پر ناچتے ہوئے دوسرے سرے پر چلے جاتے ہیں۔ اس میں وہ کوئی جادو نہیں کرتے، کلام نہیں پڑھتے، ان کی محنت ہوتی ہے اپنے وجود کو انہوں نے اس قدر عادی کر دیا ہوتا ہے کہ وہ ذرہ سا بھی غیر متوازن نہیں ہوتا۔ ذرہ سا اپنا بیلنس ضائع نہیں کرتا ایک پتلے سے رسے پر چلتے ہوئے چلا جاتا ہے۔

طلب تو ہو فنافی الرسول کی اور اپنے اوپر اتنا بھی کنٹرول نہ ہو کہ چند لمحے بھی آدمی اپنے آپ کو کسی جگہ کھڑا رکھ سکے ..... یہ کیا ہے۔ اپنی زندگی کو ایسا مربوط کریں کہ آپ کا ہر لمحہ ضرورت کے مطابق خرچ ہو اور جب سوئیں تب بھی سونے کی ضرورت ہو۔

نبی کریم ﷺ نے اسی لئے قیلولہ کی سنت دی ہے کہ چند لمحے آدھا گھنٹہ پندرہ منٹ دوپہر کا آدھی رات تک کے لئے آدمی کو کمربستہ کر دیتا ہے۔ اور کبھی دن کو آرام نہ بھی ملے تو اپنے وجود کو عادی بنائیں کہ وہ اگلے پروگرام کو پورا کر سکے ورنہ کیا فائدہ۔ اور یاد رکھیں!

یہ انوارات کا دیکھنا دکھانا جو ہے یہ مقصود نہیں ہے ساری زندگی کسی کو کشف نہ ہو اور اس کو انوارات نظر نہ آئیں تو شیخ کے ساتھ چلنا اور شیخ کی خبر پر زندہ رہنا یہ اس کے اعتماد کے لئے کافی ہے۔ وہ دیکھ کر دھوکا کھا سکتا ہے اور شیخ اس کے ساتھ غلط بیانی نہیں کرتا۔ لیکن یہ انوارات نظر نہ آنے کے باوجود اگر اس کی زندگی میں ایک ضبط آجائے ایک باقاعدگی آجائے اور ایک حسن حیات آجائے تو اس نے گویا اپنے مقصد کو پالیا اور ایک شخص کو آپ عرش عظیم تک کا مشاہدہ کروا دیجئے اور اس کی زندگی میں کوئی ضبط اور نظم نہ آئے تو وہ اس کی چند دن بھی حفاظت نہیں کر سکے گا پھر اس مشاہدے کا کیا فائدہ۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے ملک الموت نازل ہوا اس نے اجازت چاہی آپ نے ایک تھپڑ جڑ دیا اور ایسا مارا کہ اس کی آنکھ نکل دی۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ بھاگا بھاگا بارگاہ الٰہی میں گیا اللہ کریم نے آنکھ درست فرما دی اور فرمایا تمیز سے بات کرو موسیٰ ب۔ سے جا کر کہو آپ جتنا عرصہ رہنا چاہتے ہیں دنیا میں اتنا عرصہ رہیں اور جب آپ کا جی دنیا سے بھر جائے تو مجھے اجازت دیجئے میں آپ کو آ کر لے جاؤنگا۔ تو دوبارہ جب گیا تو اس نے اللہ کا پیغام دیا تو آپ نے فرمایا مجھے دنیا میں رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

اس حدیث پہ شارحین حدیث نے ایک عجیب بحث فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں اللہ کا حکم ہے اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ جب مقرر وقت آجاتا ہے تو اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی تو نبی کا منصب یہ ہوتا ہے کہ مقررہ وقت پر نبی کو اطلاع دی جاتی ہے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ تمہاری عمر مقررہ پوری ہو چکی ہے اگر تم دنیا میں رہنا چاہو تو اللہ کی طرف سے اجازت ہے یہ نبی کا اعزاز ہوتا ہے۔ لیکن کسی بھی نبی نے اپنے مقررہ وقت کو موخر

کرنے کی استدعا نہیں کی یہ نبی کے لئے اعزاز ہے لیکن اسے کسی نبی نے بھی استعمال نہیں فرمایا وہ ہر وقت تیار رہتے ہیں آخرت کے لئے اور شکر کرتے ہیں کہ یہ جھنجھٹ ختم ہوا ذمہ داری ادا ہوئی اللہ کی طرف جانا ہے۔ تو موسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس ملک الموت آیا پھر واپس گیا اگرچہ چند لمحے لگے ایک آن میں گیا لیکن وقت تو آگے پیچھے ہو گیا ہے تو شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے تھپڑ مارا ہی اس لئے تھا کہ اسے اجتہادی غلطی لگ گئی تھی اور وہ وقت سے چند لمحے پیشتر آگیا تھا جب وہ پلٹ کر بارگاہ الٰہی سے آیا تو وہ وقت تھا جسے اجل اللہ کہتے ہیں لیکن جب وہ پہلی بار آیا تو اسے غلطی لگ گئی اور اجتہاداً" خطا کا ہو جانا یہ فرشتے سے بھی ہوتا ہے تو فرمایا اسے دھوکا لگ گیا سامنے موسیٰ علیہ السلام تھے فرشتے سے تھوڑی سی خطا ہوئی برداشت نہ کر پائے فرشتہ ہو کر جھک مارتا ہے اور ایسا تھپڑ جڑ دیا کہ آنکھ باہر آگئی۔

حال صوفی کا بھی یہی ہے حق تو یہ ہے کہ ڈنڈا ہاتھ میں ہو اور جو اس طرح سے بے قاعدگی کرے اس کی پٹائی کی جائے صوفی بنتا ہے اور جھک مارتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیٹنے والا نہیں ہے تو پھر ہمیں بہت زیادہ احساس ذمہ داری اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔

پرسوں یہاں ایک حکیم صاحب تھے ضعیف العمر وہ میرے ساتھ اس موضوع پر بات کر رہے تھے کہ یہاں تو حال ایسا ہے جیسے اصحاب صفہ کا تھا لیکن مزا تب ہے جب یہ حال ان کی خارجی اور گھریلو زندگی میں بھی قائم رہے۔ لیکن اگر روانگی کے وقت بس پر بیٹھتے ہی وہ آزاد ہو جائیں تو پھر جو جی میں آئے کریں تو اس کا فائدہ کیا ہو گا۔ اسلام کو کیا فائدہ ہو گا ملک کو کیا فائدہ ہو گا قوم کو کیا فائدہ ہو گا اور اس شخص کی ذات کو کیا فائدہ ہو گا کچھ بھی تو نہیں محض ایک ہفتہ باقاعدگی سے گزار لینا اور ایک ہفتہ باقاعدہ نماز پڑھنا ایک ہفتہ باقاعدہ اذکار کر لینا ایک ہفتہ سحری کو اٹھنا ایک ہفتہ انتظام میں جکڑے رہنا اور جب یہاں سے فارغ ہوئے تو پھر وہی پہلے جیسے تو اس کا کیا فائدہ؟ اور آپ یقین مانیں کہ ہم اگر اپنے ساتھ اس ضابطے کو اور اپنے اوپر کنٹرول کو اپنے ساتھ لے جا سکیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بہت تھوڑے دنوں میں بہت اچھے نتائج پیدا ہوں لیکن جو احباب یہاں رہتے ہوئے اپنے آپ کو ضابطے کا پابند نہیں کر پا رہے تو ان سے کیا امید کی جا سکتی ہے کہ یہ جب یہاں سے جائیں گے تو ان کے اٹھنے بیٹھنے میں کوئی باقاعدگی آجائے گی۔

تو میرے بھائی! بجائے اس کے کہ کوئی واقعی ڈنڈا بردار کھڑا کیا جائے دروازوں کے سامنے کہ جو باہر نکلنا شروع کرے ڈنڈے مارو یہ تو پھر وہی بات ہوئی جس طرح جانوروں کو پکڑ کر قید کیا جاتا ہے اس میں کوئی انسانی عظمت کا پہلو تو نظر نہیں آتا اکثر یہ ہوتا ہے کہ میں رات کو الارم تو لگا دیتا ہوں لیکن آنکھ اس سے چند منٹ پہلے کھل جاتی ہے عموماً" یہ ہوتا ہے الاماشاء اللہ شاید ہی کبھی الارم سننا پڑے وجود کے اندر جو الارم ہے وہ ان گھڑیوں کے الارم سے زیادہ موثر ہے۔ آپ شام کو رات کو اس یقین کے ساتھ سوئیں کہ مجھے ڈھائی بجے اٹھنا ہے یہ اندر کا الارم ڈھائی بجے آنکھ کھول دے گا شرط یہ ہے کہ جو آپ کا وجود ہے یہ آپ کے تابع ہو آپ اس کے تابع نہ ہو جائیں۔

ایک دفعہ میں آرہا تھا بوچھال سے پیدل اپنے ڈیرے کی طرف تو میرے ساتھ کچھ لوگ مل گئے راستے میں۔ وہ کسی دعوت کا ذکر کر رہے تھے کہ فلاں جگہ ہم نے دعوت کھائی ہے اور اس میں فلاح فلاں چیزیں پکی تھیں۔ انہوں نے ہماری بڑی عزت کی ہے تو اس وقت عصر کا وقت تھا۔ مجھے اس میں رغبت محسوس ہوئی تو میں نے سوچنا شروع کیا کیا وجہ ہے دعوت تھی انہوں نے کھائی ہو گی مجھے اس سے کیا غرض ہے۔ میں نے تھوڑا سا سوچا تو مجھے یاد آیا کہ میں صبح کا کھانا مس کر گیا۔ الحمد اللہ اس قدر عادت راسخ ہے کہ جو کھانے کا وقت ہے اسی پر کھاؤں گا اور اگر وقت کسی مصروفیت کی وجہ سے گزر گیا تو پھر وہ گزر گیا پھر یہ ضروری نہیں ہے کھانا کھانا اور وہ یاد بھی ہو اور وجود تقاضا بھی کرے۔ اس کا ایک وقت تھا اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے گزر گیا" گزر گیا۔ پھر دوسرے وقت پہ بات بنے گی۔

اور اگر جانوروں کی طرح انسان کا وجود ہو خواہشات کے پیچھے بھاگتا رہے تو پھر اس محنت کا' اس مجاہدے کا کیا فائدہ۔ یہ ہمارے کمالات نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ کسی نے محنت کی اور ہم اس کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔ صرف محنت کرنے والا کچھ نہیں کر سکتا۔ ہمارے ساتھ ہی بے شمار لوگوں پر محنت کی گئی کتنے ایسے تھے جو جانوروں کی طرح خواہشات نفس پر قابو نہ رکھ سکے۔ کیونکہ کام جانبین کی طرف سے ہوتا ہے استاد پڑھانے والا کتنا قابل ہو پڑھنے والا غبی ہو' کند ذہن ہو یا اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہو تو اس شاگرد کو کیا اثر ہوگا۔ کتنا ذہین آدمی ہو اور وہ خود متوجہ نہ ہو استاد ساتوں سال پڑھاتا رہے تو اس کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اور مزاج اگر کند بھی ہو تو متوجہ رہنے سے اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے۔ طلب صادق ہو تو مزاج بدل جاتے ہیں۔

انسانی مزاج ایسا ہے آپ اس کو نرم بستر پر سلاتے رہیں تو اس کا عادی ہو جائیگا دوسرے دن معمولی سی شکن بھی ہو تو اس پر نیند نہیں آئے گی۔ لیکن اسے خالی زمین پر سلانا شروع کر دیں ایک دن تکلیف ہوگی دو دن چار دن یا ہفتہ بھر بعد مزے سے سو رہا ہوگا اس کا عادی ہو جائے گا۔

کاغان ویلی ہم جا رہے تھے رات کو جیپ پر تو سڑک کے کنارے موٹی بجری پر میں نے چرواہوں کو دیکھا کہ پڑے سو رہے ہیں۔ ان کے لئے وہ آرام دہ تھی زمین کی نسبت کیونکہ زمین وہاں گیلی ہوتی ہے تو وہ اس نمی سے بچنے کے لئے اس بجری پر سوئے ہوئے تھے جو کبھی ہموار ہو ہی نہیں سکتی۔ ان کے پاس نہ کوئی بستر تھا نہ کوئی کمبل تھا نہ کوئی چادر اگر تھی بھی کوئی چادر تو سر کے نیچے رکھے مزے سے سو رہے تھے۔ انہوں نے کروٹ بھی نہیں لی کہ پاس سے موٹریں گزری ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے وجود کو اس کی عادت ڈال لی ہے۔ انہیں یقین تھا کہ مجھے یہاں سونا ہے اگر اسے امید ہوتی کہ میں ان سے ضد کروں گا تو وہ مجھے اٹھا کر کسی ریسٹ ہاؤس میں لے جائیں گے تو وہ کبھی وہاں بیٹھتا بھی نہیں۔

تو اس طرح سے اپنے اس وجود کو اپنے پیچھے چلائیں اور خود محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلیں اور اگر آپ وجود کی خواہشات کے پیچھے بھاگتے رہے تو یہ آپ کو اور کہیں نہیں جانے دے گا۔ یہ اپنے پیچھے یہ اپنے ارگرد گھماتا رہے گا۔ اور ساری زندگی اس کے گرد کٹ جائے گی اس کو کھلاؤ اس کو پلاؤ اس کو پہناؤ اس کا یہ کرو اس کا وہ کرو ساری زندگی اس میں کٹ جائے گی۔ اس میں اتنی قوت ہوتی ہے۔

ہم جب حج پر اس دفعہ گئے تو میرے گھٹنوں میں سخت درد تھا نماز تک پڑھنا دشوار تھی اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا چلنا مشکل تھا تو وہاں جدے میں ایک ڈاکٹر صاحب ہیں مشہور آدمی دنیا کے مشہور آدمی ہیں اور بڑی محنت سے ان سے وقت لیا جا سکتا ہے اتنے لوگ ان کے پاس ہوتے ہیں اور اتنے امراء ان کے پاس ہوتے ہیں کہ عام آدمی کے لئے وقت نہیں بچتا تو احباب نے ان سے وقت لیا مجھے دکھایا انہوں نے چار پانچ ایکسرے لئے دونوں گھٹنوں کے اور ساری تحقیق و جستجو کے بعد فرمایا کہ اب سے آئندہ زندگی نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھا کریں آپ کے گھٹنے دوہرے ہونے کے قابل نہیں رہے اور اگر آپ نماز میں اٹھتے بیٹھتے رہیں گے جب بوجھ پڑے گا تو یہ آپ کو بہت پریشان کریں گے اور آپ کا جینا دوبھر ہو جائے گا۔

میں نے کہا ڈاکٹر صاحب اس بات کو تو جانے دیجئے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ نماز تو کرسی پر نہیں نماز تو مسجد میں ہی پڑھیں گے تو علاج آپ فرمایئے تو انہوں نے دوا بھی دی لیکن فرمانے لگے دوا جو ہے یہ گھٹنوں کا درد تو ٹھیک کرے گی لیکن اس کا سائیڈ ایفیکٹ زیادہ نقصان دہ ہوگا۔ لہذا اسے آپ کم کھائیں۔ تو ان کا وہ کم کھانے والا مشورہ مجھے یاد نہ رہا۔ میں روزانہ ایک گولی کھاتا رہا مہینہ بھر اس سے مجھے تکلیف شروع ہو گئی۔ گھٹنوں کا درد اپنی جگہ میں سوچتا رہا کہ پہلے تو مجھے یہ تکلیف نہیں تھی یہ کیسے ہو گئی تو بڑی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ یہ تو اس دوائی سے ہے چنانچہ میں نے چھوڑ دی۔ خدا کا شکر ہے وہ تکلیف جو تھی اسی

وجہ سے وہ چند روز بعد ٹھیک ہو گئی دوائی بھی چھوڑ دی نہ صرف نماز مسجد میں پڑھتا ہوں بلکہ باقاعدگی سے شکار پر بھی جاتا ہوں۔ پہاڑیاں بھی اترتا چڑھتا ہوں کل صبح میں یہاں سے کوئی نو بجے گیا صبح نو بجے سے لیکر ساڑھے تین بجے تک ہم پہاڑوں ان پر پیمائش کرتے رہے۔ اس اترائی چڑھائی میں جوتے بھی پھٹ گئے اور پاؤں میں نیل بھی پڑ گئے لیکن گھٹنوں میں درد نہیں تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو ملیں گے میں نے ارادہ کیا انشاء اللہ انہیں دکھائیں گے کہ ہم اس بدن کے تابع نہیں ہیں یہ ہمارے پیچھے چلتا ہے اسے بتا دیا ہے تجھے چلنا ہے تجھے کوئی کرسی نہیں ملے گی تجھے اٹھنا بیٹھنا بھی ہے تجھے سفر بھی کرنا ہے چیں کریا چوں کر تجھے چلنا ہے یہ چند دن درد کرے گا ہفتہ درد کرے گا دو ہفتے پھر یہ بات مانے گا کہ یہ چھوڑنے والے نہیں میں اسے چھوڑ دوں۔

اور آپ یہ تجربہ کر کے دیکھیں وجود انسانی میں اللہ جل شانہ نے اتنے کمالات رکھے ہیں جتنی دنیا کی کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہیں یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ کسی بوٹی میں کسی درخت میں کسی ٹیکے میں کسی انجکشن میں کسی غذا میں کسی دوا میں اتنا کمال نہیں ہے جتنا وجود انسانی کے اندر موجود ہے کیونکہ یہ سب سے بہترین تخلیق ہے رب العالمین کی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ اور اللہ کریم جگہ جگہ ناز فرماتے ہیں اپنی اس تخلیق پر کہ دیکھو میں کیسا قادر ہوں کہ میں نے ایسا وجود پیدا کر دیا اور جتنے کمالات جداگانہ باقی مخلوق میں ہیں انسانی وجود میں بیک وقت سمو دیئے ہیں رب العالمین نے۔

بلکہ میں نے تجربہ کر کے بھی دیکھا ہے صرف اس لئے کہ آپ کو رہنمائی مل سکے اپنے ذاتی تجربات آپ کو بتا دوں ورنہ میں ایسی بات نہیں کیا کرتا جو خواہ مخواہ تفاخر میں شمار ہوں لیکن بطور تحدیث نعمت کے کہ اللہ کریم کا احسان ہے آج سے کوئی پندرہ سولہ برس پہلے مجھے دل کی تکلیف ہوئی اور ہمارے ایک ڈاکٹر ہوا کرتے تھے خدا انہیں غریق رحمت کرے حج پر تشریف لے گئے جو جہاز تبوک پر کریش ہوا تھا حاجیوں کا اس میں وہ جاں بحق ہو گئے اور انہیں وہاں رہنا نصیب ہو گیا بہت نیک آدمی تھے تو پوری فائل تھی میری ای سی جی اور ایکسرے بلڈ پریشر اور دیگر رپورٹوں کی تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کے کھانے میں دودھ اور مکھن نہیں ہونا چاہئے اس سے نیٹ بڑھتے تھے یہ آپ کے لئے بڑا نقصان دہ ہے میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میں سادہ غذا کھانے کا عادی ہوں سوکھی روٹی کھاتا ہوں اور اس کے ساتھ صبح کے کھانے میں لسی بھی پیتا ہوں اور مکھن بھی کھاتا ہوں۔ اور میں یہ نہیں چھوڑوں گا چونکہ میرا یہ خاندانی وطیرہ ہے۔ بھینس رکھتے ہیں جانور رکھتے ہیں دودھ پیتے ہیں مکھن کھاتے ہیں رات کو دودھ بھی پیتا ہوں وہ بھی پیوں گا صبح کو لسی اور مکھن کھاتا ہوں وہ بھی کھاؤں گا۔ آپ کی بیماری کی مرضی رہے یا نہ رہے۔ تو دو تین سال بیماری کا اور میرا مقابلہ رہا میں ابھی تک وہی کچھ کھاتا پیتا ہوں بیماری چھوڑ گئی ہے۔ اور اب بحمداللہ بالکل نہیں ہے۔ ایک دفعہ میں نے راولپنڈی میں تختے پر لٹا کر وہ ٹیسٹ لیتے ہیں وہ بھی میں نے انہیں دیا اور میں لیٹ کر تیرہ سے پندرہ منٹ تک اس پر رہا حالانکہ میں کوئٹہ سے آ رہا تھا فلائیٹ سے تھکا ہوا بھی تھا سفر میں۔ تو میرے بھائی آپ جسم کے پیچھے نہ لگیں بلکہ اس کو اپنے پروگرام کا عادی بنائیں یہ آپ کے پروگرام کے مطابق چلے گا، چل سکتا ہے؟ چلتا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔

## دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی وارث خاں (اٹک) وفات پا گئے اور محمد عارف (لالہ موسیٰ) کی ہمشیرہ اور ڈاکٹر محمد عارف کی بیوی اور میجر ڈاکٹر شوکت (آزاد کشمیر) کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئیں ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

# کوئی بتائے کوئی بھید کھولے

تحریر۔ ہارون الرشید

کوئی بتائے‘ کوئی بھید کھولے

کیا افغانستان کے گلیم پوش چرواہوں اور کسانوں کی طرح عہد رفتہ کے روشن جبینوں کی طرح پاکستان کے یہ فرزند اپنے لہو سے تاریخ کا ایک نیا خیرہ کن باب لکھیں گے۔؟

میں نہیں جانتا...... آدمی اسے زیادہ کیسے جان سکتا ہے جو اسے بتایا جائے اور جو کچھ وہ دیکھ سکے لیکن میرا دل ان کی طرف لپکتا ہے۔ اس طرح جیسے پرندہ آشیانے کی طرف لپکتا ہے۔ ان لوگوں کی طرف جو آج کا سورج غروب ہونے کے بعد راولپنڈی شہر کے لیاقت باغ میں جمع ہوں گے اور اپنے سردار کے ہاتھ پر موت کی بیعت کریں گے دس ہزار‘ بیس ہزار‘ تیس ہزار یا شاید پچاس ہزار سرفروش۔

اور ان کا رہنما کون ہے چھ فٹ چار انچ کا وہ کلاہ پوش‘ جسے وہ محبت اور عقیدت سے "حضرت جی" کہتے ہیں اور جو اخبارات پڑھنے والوں کے لئے بہت سے دوسرے لیڈروں جیسا ایک لیڈر ہے۔ وہ آدمی جو رات کو ایک بجے اپنے ملاقاتیوں کو الوداع کہتا ہے اور ساڑھے تین بجے اپنے رب کے حضور ﷺ سجدہ ریز ہونے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اپنے رفیقوں کی پکار کا جواب دیتا ہے اور بے آباد دلوں کو آباد کرتا ہے‘ جس نے قدموں تلے زمین کا فرش بچھا دیا ہے اور سر پہ آسمان کی تاروں بھری چادر تان دی ہے۔

راہ سلوک کا ایک مسافر؟ ہاں وہ راہ سلوک کا ایک مسافر ہے لیکن اس کے سوا بھی بہت کچھ ایک کاشتکار‘ ایک تاجر‘ ماہر نفسیات‘ معلم‘ عالم دین‘ معالج اور شکاری‘ کلر کہار کی جھیل سے آگے‘ نور پور کی پہاڑیوں میں وہ ہرنوں کا شکار کھیلتا ہے اور رات اترتی ہے تو اپنی مسجد میں لوٹ آتا ہے اور انسانوں کو شکار کرتا ہے۔

تزکیہ نفس کے متلاشیوں کے لئے وہ اپنا ہاتھ بیعت کے لئے دراز کرتا ہے جب وہ آرزو مند ہوں اور تقاضا کریں اور اس کے پاس آنے والے کبھی لوٹ کر نہیں جاتے...... شہروں کی ہماہمی میں کبھی گم نہیں ہوتے۔

ہمیشہ مسکراتے رہنے والے آدمی کے پاس کوئی جادو ہے؟۔ نواح نور پور کا کوئی کسان ہو یا پینٹاگان کا صدر جارج بش کو ڈانٹ دینے والا رابرٹ کرین جب وہ اس کے پاس آتے ہیں تو ان کی مٹی موم کی طرح پگھل جاتی ہے۔ الجھائے اور ڈرائے بغیر وہ انہیں بغض‘ حسد اور نفرت سے نجات کی تعلیم دیتا ہے اور اس طرح دھو ڈالنا چاہتا ہے جیسے مائیں بچوں کے لباس اجلے کر دیتی ہیں..... ان کی تعداد ہزاروں میں ہے‘ جنہیں اس نے اجلا کر دیا ہے اور وہ سب رات کے تیسرے پہر اپنے رب کی تسبیح پڑھتے ہیں اور دن بھر شکار کرتے ہیں۔

پچھلے برس لاہور کے گلابی جاڑوں میں‘ میں نے اس آدمی کو قرآن عظیم الشان سے چند آیات کی تفسیر بیان کرتے سنا اور میں نے دیکھا کہ ساری محفل محبت کی پھوار سے بھیگ گئی ہے جیسے برسات میں کھیتی بھیگ جاتی اور برگ وبار کی آرزو کرنے لگتی ہے...... سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ المکرم ملک محمد اکرم اعوان......

وہ آدمی جو خود اس کے بقول اپنی جوانی میں ایک ڈاکو تھا ایسا ہیبت زدہ کر دینے والا شخص کہ وادی سون کا خونخوار چیتا محمد خان اس سے مرعوب ہو کر بھاگ اٹھا تھا...... اور کہانی کا آخری باب یہ ہے کہ محمد خان جس ڈاکو نے بالآخر اس آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس حال میں دنیا سے اٹھا کہ اس کے سر پہ محمد عربیؐ کی مہر کا پرچم لہرا رہا تھا۔

یہ ہمیشہ حیران کرنے والا آدمی ملک محمد اکرم اعوان اور ان کے ہزاروں رفیق آج راولپنڈی کے لیاقت باغ میں یہ علم لہرانے آئیں گے۔ نفاذ اسلام کے لئے موت کی بیعت کرنے' گردنوں کی منت ماننے..... بستیوں پر بادلوں کی طرح برس جانے کی آرزو کرنے۔

سال بھر سے میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں اور میری حیرت ختم ہونے میں نہیں آتی وہ کھدر کے تہمد باندھنے والے اور پتلون پوش' کسان' چرواہے' استاد' فوجی افسر' تاجر اور کاریگر' خاک رہ حجاز جن کی آنکھوں کا سرمہ ہے اور جن کی نگاہوں کو زور و جواہر کی چمک خیرہ نہیں کر سکتی۔ وہ جو زمین اور زندگی کی سطحی صداقتوں سے اوپر اٹھ گئے ہیں۔ وہ عاجزوں سے زیادہ عاجز ہیں لیکن بادشاہوں سے زیادہ بے نیاز اور غنی بھی وہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے اور جو کچھ ان کے پاس ہے' اسے لٹا دینے پر آمادہ رہتے ہیں وہ جو کسی کو حقیر نہیں جانتے۔ خدا کی ساری مخلوق میں مسکراہٹ مسرت اور امید بانٹتے ہیں اور مجھ سے ادنیٰ لوگوں پر بھی اپنا دروازہ خوش دلی سے کھولتے ہیں جن کے دامن میں مٹھی بھر خاک اور چٹکی برابر راکھ کے برابر متاع بھی نہیں۔

وہ ناقابل فہم لوگ ہیں وہ اس دنیا کی باتیں کرتے ہیں جو کسی نے کبھی نہیں دیکھی' کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا لیکن ان کے لہجوں میں اتنا بے پناہ یقین ہے ایسا بے حساب اعتبا اور اٹل ایمان' جیسے جنت اور دوزخ ان کے گھروں اور کھیتوں' خواب گاہوں اور دفتروں کے درمیان واقع ہوں اور جب ان لوگوں سے ملو اور ان سے برتو تو وہ شہد کی طرح شیریں ہیں' درختوں کی طرح سایہ دار اور ماؤں کی طرح مہربان......... ان کی مٹی کس چیز سے گوندھی گئی ہے؟۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ اللہ کے مسلسل اور پیہم ذکر سے جو ان کی قلوب کی گہرائیوں سے امنڈتا اور رگ رگ میں اترتا رہتا ہے۔

لوں لوں وچ سو سو پلکاں اک کھولا اک کجاں ہو

وہ ایک عجیب بات کہتے ہیں اور تھرا دینے والے ایقان کے ساتھ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں نفاذ شریعت ہماری منزل نہیں ہے۔ یہ تو لوح تقدیر پہ لکھا ہے اور ہو کر رہے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ملک کو زمین کا محور و مرکز بننا ہے۔ ابھی کچھ دنوں میں' کچھ ہی دنوں میں اہل ایمان کے بے حساب لشکر رزم گاہوں میں اتریں گے اور تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز کریں گے۔ وہ زمانہ کے سرکارؐ نے "غزوہ ہند" کے عنوان سے جس کی بشارت دی تھی اور جس میں شرکت کی آرزو کی تھی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ کروٹ بدلنے والا ہے اور کچھ زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ برصغیر کے ہر دیار میں پیغمبر آخر الزمانؐ کے علم لہرا دیئے جائیں گے' کہ ہند کے ساحلوں سے میر عرب کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی اور پھر زمین کا ایک ایک گوشہ ذکر الٰہی سے منور ہو جائے گا۔

ایک ماہ ہوتا ہے کہ لاہور کے موچی دروازے میں پندرہ ہزار جیتے جاگتے آدمیوں نے اپنے سردار کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی اور یہ اس وقت ہوا جب دھماکہ خیز خبروں کے متلاشی اخبار نویس تھک ہار کے دفتروں کو لوٹ گئے تھے آگلے روز کے اخبارات میں نا تمام خبریں چھپیں اور غیر متعلق تفصیلات و تصاویر...... لیکن انہوں نے احتجاج نہ کیا۔ راہ سلوک کے مسافر شکایت اور احتجاج نہیں کرتے۔

آج شب وہ لیاقت باغ میں جمع ہوں گے' کفن باندھنے اور گردنیں کٹانے کی آرزو کریں گے...... بے پناہ یقین' بے حساب اعتبار اور اٹل ایمان کے ساتھ وہ پیان باندھیں گے اور وہ پیان پر پورے اترنے والے لوگ ہیں وعدے کے کھرے اور قول کے پکے۔

کیا وہ دیوانے ہیں؟ ہوش و خرد سے بیگانے؟ خوابوں میں زندگی گزارنے اور سپنوں میں جینے والے؟ مجنوں اور پاگل؟ زمین اور زندگی کے حقائق سے بے خبر؟ سیاست اور اس کی حرکیات سے نا آشنا؟ تاریخ اور اس کی تشکیل کرنے والے عوامل سے بے بہرہ؟؟؟

شاید ایسا ہی ہو...... میں نہیں جانتا..... آدمی اس سے زیادہ کیسے جان سکتا ہے جو اسے بتایا جائے اور جو کچھ وہ دیکھ سکے لیکن میرا دل ان کی طرف لپکتا ہے جیسے ایک پرندہ سر شام آشیانے کی طرف...... میں نہیں جانتا کیوں لپکتا ہے۔

کیا یہ روز ازل کے بیان کی بازگشت ہے۔ کیا وہ پیان پکارتے اور آواز دیتے ہیں۔ آدمی اس سے زیادہ کیسے جان سکتا ہے جو اسے بتایا جائے اور جو وہ دیکھ سکے۔ کوئی بتائے' کوئی بھید کھولے...... انہوں نے دلوں کا قرار نوچ لیا ہے اور میری راتوں کی نیند اڑا دی ہے۔

ان شہد جیسے شیریں اور شجر ایسے سایہ دار لوگوں نے.....

بشکریہ روزنامہ جنگ۔ 18 اکتوبر 98ء

# نفاذ اسلام کی راہ میں مذہبی سیاسی جماعتیں بڑی رکاوٹ ہیں

تنظیم الاخوان کے امیر اکرم اعوان 28 اکتوبر کو فیصل آباد تشریف لائے اس موقع پر روزنامہ خبریں فیصل آباد کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر اعجاز حشمت خان اور چیف رپورٹر محمد یوسف نے ان کی فیصل آباد کے مقامی صحافیوں سے ملاقات کا اہتمام کیا۔ اس میٹ دی پریس پروگرام میں فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے قومی اور مقامی اخبارات کے نمائندہ صحافیوں نے شرکت کی۔ میٹ دی پریس کی تفصیلی رپورٹ قارئین کے پیش خدمت ہے۔

**تحریر۔ محمد یوسف**

تنظیم الاخوان کے مرکزی امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ ہم ایسے موڑ پر آگئے ہیں میرے خیال میں وطن عزیز کیلئے فیصلہ کن موڑ ہے۔ ایک طرف پاکستان ایٹمی طاقت بن گیا ہے دوسری طرف ملکی حالات سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے پاکستان میں کوئی حکومت ہی نہیں۔ اس میں اصلاح کے لئے گزشتہ نصف صدی سے کوشش کی گئیں لیکن جتنے بھی سربراہان حکومت اور جتنے نظام وغیرہ نظر آئے وہ مختلف حالات میں چلتے رہے کوئی نظام ایسا نہیں آیا جس میں مملکت کی بھلائی ہو تاکہ مسائل حل ہوں لیکن ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مسائل پھلتے پھولتے اور بڑھتے گئے۔ پہلے بھی نفاذ اسلام کی کوششیں کی گئیں لیکن حکمرانوں نے بڑی احتیاط برتی کہ کہیں کسی بھی پہلو سے بھی ان کے اپنے مفادات پر کوئی زد نہ پڑتی ہو۔ اگر مفادات کو مد نظر رکھ کر اس کے فیصلے کئے جائیں تو کام کبھی مکمل نہیں ہوتے اور وہ ادھورے ہی عمل ہوتے ہیں ان سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ اب کوئی اور متبادل راستہ رہا نہیں کہ جس کا تجربہ کیا جائے۔ قوم ایک دفعہ پھر نفاذ اسلام کے دروازے پر آکھڑی ہے ایک مزے کی بات آپ کو بتانا چاہوں گا کہ یوں تو یہ کہتے ہیں کہ قرآن وسنت ہمارا سپریم لاء ہوگا۔ لیکن یہ کوئی وضاحت نہیں کرتا کہ قرآن وسنت ملک کا کیسے سپریم لاء ہوگا کیونکہ ہمارا مسئلہ معاشی ہے۔ جہاں تک ایمان کا' عقیدہ کا اور آخرت کا تعلق ہے وہ تو کسی طور پر بھی قرآن وسنت کے نفاذ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا بدترین دشمن ملک اسرائیل ہے لیکن وہاں بھی لوگ نمازیں پڑھتے ہیں جمعہ کے اجتماع ہوتے ہیں۔ امریکہ' چین' روس' جاپان اور برطانیہ وغیرہ میں جہاں کہیں بھی جائیں وہاں مسلمان موجود ہیں اور وہ اپنے عقائد کے مطابق اسلامی طرز زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم ملکی سطح پر تو قرآن وسنت کے سپریم لاء ہونے کی بات کرتے ہیں لیکن کوئی اس میں یہ واضح نہیں کرتا کہ موجودہ نظام سے ہمیں کونسی چیزیں چھوڑنا ہونگی اور کونسی چیزیں اپنانا ہونگی۔ اس لئے ہمیں یہ واضح کرنا چاہئے قرآن وسنت سپریم لاء کیسے ہوگا۔ اسلام میں بنیادی تصور عقیدے کے بعد انسانی حیات ہے۔ زندہ رہنے کی جو ضروریات مہیا کی ہیں ان میں معاشیات کے ساتھ ساتھ عل لازم وملزوم ہے معاشیات کا ایک اصول جو قرآن دیتا ہے۔ وہ انسان کے بنیادی حقوق ہیں یہاں یہ قابل ذکر امر ہے کہ یہ بنیادی حقوق کسی مسلمان کو نہیں' کسی کافر کو نہیں بلکہ انسان کو دیئے ہیں کیونکہ انسان جس مذہب کا بھی ہو وہ انسان ہے اور اسے اللہ کی دھرتی پر رہنے کا حق ہے۔ جو اس ملک کے وسائل میں بحیثیت انسان شریک ہے۔ اس کی عزت آبرو' مال وجان کا تحفظ ہونا چاہئے۔ جب کوئی خرابی پیدا ہوگی تو عدل کے لئے ہم برطانوی یا کسی دوسرے ملک کے بنائے ہوئے سسٹم کی طرف جائیں گے تو بات یقیناً" نہیں بنے گی۔ کیونکہ جب مرض کوئی اور ہو اور اس کا علاج کسی اور طرح سے کیا جائے تو مرض ختم نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ پیچیدہ اور خراب

ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سب کچھ واضح کرنا ہوگا کہ مقدمات کہاں کیسے نپٹائے جائیں گے۔ اسلامی سزائیں ہونگی یا نہیں۔ طریقہ تفتیش کیا ہوگا‘ عدالت کا سسٹم کیا ہوگا اور اس کے بعد پھر یہ وضاحت طلب بات ہے کہ اس نظام کو چلانے والا کون ہوگا اس کو اس عہدے پر کن بنیادوں پر نامزد کیا جائے گا۔ اس کے فرائض کیا ہونگے۔ عام آدمی کا اس کے ساتھ رابطہ کیا ہوگا یہ چیزیں بھی واضح کرنی چاہئیں۔ پارلیمنٹ سے تو شریعت بل گزر گیا اب اس کی سینٹ میں باری ہے۔ یہاں ملک میں عجیب سی کیفیت ہے کہ آدھا ملک کہتا ہے شریعت بل پاس ہو کر نافذ ہونا چاہئے جبکہ اسی طرح آدھا ملک کہتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ شریعت بل کی مفصل وضاحت نہیں کی گئی جیسا میں نے پہلے کہا کہ قرآن وسنت تو سپریم لاء ہوگا مگر کس طرح ہوگا۔ یہی باتیں عام آدمی کو بتانا چاہئیں۔ جب حکومت بل لانا چاہتی تھی تو میرے خیال کے مطابق وزیراعظم کو موچی دروازے سے شروع کرنا چاہئے تھا‘ لیاقت باغ کہیں سے شروع کر دیتے کیونکہ عوام یہ سب جاننا چاہتے ہیں۔ بہرحال اللہ کرے یہ بل سینٹ سے بھی پاس ہو اور ہم اس بے چینی کی صورت حال سے نکلیں۔ ایک اور عجیب سی بات ہے کہ وزیراعظم کہتے ہیں کہ یہ بل ضرور پاس ہوگا تو اس میں یہ آواز بھی آتی ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے ہارس ٹریڈنگ کریں گے۔ بھئی یہ کیا معاملہ ہے ہماری عقل یہاں پر ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ آپ جب بھی کوئی نیکی کا کام کرتے ہیں تو اس میں بھلائی اور نیکی ہونا شرط ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنے کے لئے بھی پاک صاف ہونے کے ساتھ جگہ کا پاک ہونا اور قبلہ رو ہونا ضروری ہے۔ جب آپ قبلہ رو ہی نہیں ہونگے قبلہ کا رخ نہیں جانتے تو نماز کیسے ہو جائے گی۔ ہارس ٹریڈنگ سے بل پاس کرانا یہ کوئی احسن طریقہ نہیں ہے۔ بہرحال ہماری خواہش ہے اللہ کرے یہ بل سینٹ سے بھی پاس ہو اور اسے پوری دیانتداری سے لاگو کیا جائے اور یہ ہمارا قانون بنے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان کے خطاب کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اخبار نویسوں نے مختلف حوالوں سے سوالات کئے جو درج ذیل میں تفصیل کے ساتھ دیئے جا رہے ہیں۔

سوال:۔ نفاذ شریعت کے سلسلے میں کیا حکومت نے آپ کو اعتماد میں لیا ہے دوسری گزارش یہ ہے کہ اسلام میں قرآن پاک میں ہر چیز واضح ہے پھر کونسی نئی چیز کی وضاحت چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کیا دنیا کے کسی ملک میں اسلام نافذ ہے اگر ہے تو کہاں؟

جواب:۔ آپ کے تین سوال ہیں پہلے کا جواب یہ ہے کہ وزیراعظم کی سربراہی میں جو اسلام آباد علماء کی کانفرنس ہوئی تھی اس میں بھی میں نے یہ گزارش کی تھی کہ علماء کا ایک پینل تشکیل دیں جو علمی اعتبار سے قرآن اور اس کے نزول کے اعتبار سے قرآن پاک پر صحابہ کرام کا عمل‘ صالحین کی آراء پھر مختلف ادوار میں اجتہاد‘ اور ضروریات کے مطابق فیصلے‘ پھر عہد جدید یعنی ماڈرن دنیا کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر یہ راہنمائی کر سکیں کہ جب بھی کوئی کام سامنے آئے تو اس بارے میں قرآن وسنت کی راہنمائی کیا ہے۔ میری اس بات کو وزیراعظم نے بھی پسند کیا۔ اس کے بعد پھر رابطہ نہیں ہو سکا۔ وزیراعظم نے میری بات کو اپنی تقریر میں بھی سراہا اور میری طرف ایک پرچی بھی بھیجی کہ یہ اچھی بات ہے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن وسنت کے فیصلے طے شدہ ہیں لیکن وہ صورت حال جس پر یہ فیصلے لاگو کرنے ہیں وہ طے کرنا ہیں۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام اپنے نزول سے لے کر قیامت تک کیلئے قابل عمل ہے۔ جس زمانے میں اسلام کا نزول ہوا اس وقت دنیا کے کسی کونے میں بھی کوئی نظام نہیں تھا۔ سب کچھ طاقت سے چلتا تھا اسلام نے نظام حکومت کو عالمی سطح پر متعارف کرایا۔ دوسرے مذہب جو آسمانی بھی تھے لیکن وہ مختلف اقوام اور مختلف علاقوں کے لئے تھے لیکن نظام اسلام پوری انسانیت کے لئے ہے۔ ترکی میں اسلامی حکومت ختم کی گئی جس کے ردعمل کے طور پر تحریک خلافت وجود میں آئی۔ مغرب نے مسلمانوں کے اس مثبت نظام کو ختم کرنے کے لئے چالیں چلنی شروع کر دیں۔ عربوں کو الجھانے کے لئے اسرائیل کا وجود بنایا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کوشش کی کہ مسلمان ریاستوں میں جو حکمران آئیں وہ صرف برائے نام مسلمان ہوں لیکن ان کا ذہن مغرب سے ملتا ہو۔ یہ ہے غیر مسلموں کا انٹرنیشنل نیٹ ورک‘ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بے شمار مسلمان حکمران زبردستی لا کر مسلط کئے گئے۔ مشرق وسطیٰ میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اپنے پاکستان میں دیکھ لیں ایک مختلف طبقہ جو انگریز کے مفاد میں کام کرتا ہے وہی اوپر لایا گیا اور ابھی تک ہے۔ اگر کوئی

حادثاتی طور پر اوپر آتا ہے تو اسے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ اب ہمیں بیدار ہو جانا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ احساس بیداری پوری امت مسلمہ میں پیدا ہو گیا ہے۔

سوال:۔ اسلام میں معاشی نظام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ اسلام نے معاشی نظام کو ایک انوکھے انداز سے استوار کیا ہے جس کا ایک شعبہ زمین' جائیداد اور جاگیر ہے۔ ہمارے ہاں جاگیرداروں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جاگیردار جن کی جاگیریں اپنی تھیں یا انہیں ورثہ میں ملیں جائز طریقے سے ملیں۔ دوسرا وہ جاگیردار ہے جنہیں انگریز کے مفاد میں کام کرنے میں انعام کے طور پر ملیں۔ جو زمین کسی ادارے یا کسی مجاہد کی تھیں اس میں کوئی شک نہیں۔ اس بارے میں یہ اللہ کا حکم ہے کہ یہ زمین اللہ کی ہے اور اس میں ساری بنی نوع انسان کی زندگی کے اسباب ہیں۔ اگر جاگیردار زمین کو باقاعدہ کاشت کرتا ہے اور کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔ جو مزدور کو مارکیٹ ریٹ پر مزدوری دیتا ہے جو تنخواہیں معاشرے میں ڈرائیوروں کو دی جاتیں ہیں وہ ٹریکٹر ڈرائیور کو دیتا ہے۔ اکیلا ہل چلاتا ہے اور ساتھ کھڑا ہو کر محنت کرتا ہے تو جتنا سنبھال سکتا ہے سنبھالے۔ جو جاگیردار اپنے مزدوروں کو غلام سے بھی بدتر رکھتا ہے اور انہیں وسائل زندگی نہیں دیتا اور کوئی کام کئے بغیر صرف فضول خرچ کرتا ہے تو ایسے شخص کو زمین رکھنے کا کوئی حق نہیں۔

سوال:۔ جیسا آپ نے فرمایا کہ انگریزوں کی دی ہوئی جاگیریں واپس دی جائیں گی لیکن یہاں ایسے بھی ارب' کھرب پتی لوگ ہیں جنہوں نے ایسے قومی اداروں کو لوٹ کر جاگیریں بنائی۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ دیکھیں جی جب لوٹی ہوئی انگریزوں کی عطا کردہ زمین واپس ہو سکتی ہے تو لوٹی ہوئی دولت کیوں نہیں واپس ہو سکتی۔

سوال:۔ سودی نظام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ میری رائے کے مطابق تمام جائزے اور اخباری اطلاعات کو مد نظر رکھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ آج تک جتنے قرضے معاف ہوئے ان سے بنک اتنا سود نہیں کما سکتا۔ بنک سود پر نہیں بلکہ اپنے منصوبوں پر چل رہے ہیں۔ بنک کے نظام کو اسلام میں ڈھالنے کے لئے یہ رائے ہے کہ بنک کو اسلام میں ڈھالا جائے تو بنک بیت المال بن جائے گا۔ پھر یہاں کسی کی اجارہ داری نہیں ہوگی۔ اگر کوئی بیت المال کا بارہ ارب کھائے گا تو اخبارات میں جب یہ چھپے گا تو ذرا تصور کریں اس کا کیا ردعمل ہوگا یا اس شخص کی کیا عزت ہوگی۔ باقی جو قرضے آپ نے لئے ہیں وہ آپ کو دینے پڑیں گے کسی بھی شرعی اعتبار سے ان کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان نے کہا کہ کسی کے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔ مثلاً" ایک شیعہ فوت ہو جاتا ہے تو کوئی کہے کہ اس کا جنازہ حنفی طریقے سے ادا کریں یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر شیعہ کہیں کہ ہم زکواۃ نہیں دیتے تو اس بارے میں ان کی فقہ نے وضاحت کی ہوئی ہے۔ ایک اور سوال پر انہوں نے کہا اسلام ہماری مجبوری ہے۔ جب سمجھیں گے کہ یہ حالات جہاد کے بغیر ممکن نہیں تو جہاد بھی کریں گے۔ انشاء اللہ

سوال:۔ انتخابی نظام کے بارے میں آپ کیا رائے دیتے ہیں؟

جواب:۔ یہ نظام سرے سے ہے ہی غلط یہ جو جمہوریت کا نعرہ لگاتے ہیں۔ جمہوریت ...... جمہوریت۔ یہ جمہوریت فراڈ اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ یہ جمہوریت نہیں آمریت ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں تو بتائیں جمہوریت کس نے دی۔ جب اسلام آیا تو کہاں جمہوریت تھی۔ یقیناً" کہیں نہیں تھی یہ جمہوریت اسلام نے دی کہ ایک بوڑھی عورت آقائے نامدار ﷺ کو گلی میں بات کرنے کے لئے روک لے اور ایک بوڑھا حضرت فاروق اعظمؓ کا دامن پکڑ لے۔ دیگر مذاہب اور ممالک نے جمہوریت کا سبق ہم سے سیکھا۔ آئین میں 62' 63 شق رکھی ہے اور اسے اپنانے کی کوشش بھی ہوئی ہے۔ اگرچہ وہ خود ادھوری ہے یعنی اس میں شرطیں تو موجود نہیں یہ نہیں بتایا کہ انہیں جانچے گا کون۔

سوال:۔ اس وقت ہر پاکستانی یہ چاہتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام حکومت ہو۔ اس سلسلے میں تنظیم الاخوان اپنے پلیٹ فارم پر اس نظام کے لئے کوشاں ہے کیا آپ دوسری دینی جماعتوں کے ساتھ اتفاق نہیں کریں گے؟

جواب:۔ دیکھیں جی علماء کرام اکٹھے ہو کر متفقہ طور پر ایک ایک بزرگ عالم کو جیسے سب جانتے ہوں اچھی طرح اسے اپنا امیر مان

لیں۔ آؤ ہم سب مل کر اکٹھے چلتے ہیں۔ اگر علماء کو یہ بات پسند نہیں آتی تو ہم اکیلے ہیں سب سے بڑی بات ہے کہ کوئی اکیلا نہیں ہوتا کیونکہ جو اکیلا ہے اس کے ساتھ اللہ ہے۔ دوسری اسلامی اور سیاسی جماعتوں کے برعکس ہماری سوچ اور فکر یہ ہے کہ زکوٰۃ' صدقات اور قربانی کی کھالوں سے تعلیم اور مدارس کے لئے جواز پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن سیاست کو چمکانے کے لئے نہیں۔

ایک سوال پر انہوں نے کہا میں حیران ہوں کہ ریڑھی والا' چھابڑی والا' گدھے کے ساتھ مزدوری کرنے والا' کھیتوں میں ہل چلانے والا بھی کہتا ہے یہ نظام ختم ہونا چاہئے۔ یہ بات ان کے ذہن میں کسی مولوی کے جلسے' کانفرنس یا کسی اخبارات نے نہیں ڈالی بلکہ اللہ نے ڈالی ہے۔ جب بھی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں بس اب اسلام آنا چاہئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ پہلے لوگ کہتے تھے یہ حکومت قبول نہیں' یہ وزیراعظم نہیں چاہئے' یہ صدر نہیں چاہئے' اب اس کے برعکس ہر عام آدمی کہتا ہے کہ یہ نظام بدلنا چاہئے اور وہ بجائے وزیراعظم یا حکومت کو کوسنے کے اسی نظام کو کوستا ہے۔ جو بہت بڑی تبدیلی ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے جواب دیا۔ دیکھیں جی! حکیم سعید کتنی بڑی ہستی تھے اس اکیلے شخص نے پاکستان کو وہ سب کچھ دیا جو قائداعظم اور جن لیڈروں نے پاکستان کو بنایا ان کے بعد کسی دوسرے اکیلے شخص نے نہیں دیا۔ حکیم سعید جو اپنی زندگی کی آخری سانس بھی اس قوم پر قربان کر دیں مگر قوم کی پریشانیاں پھر بھی کم نہ کر سکا جو حیرت انگیز بات ہے۔

سوال:۔ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ جن ممالک میں توہین رسالت کا قانون نافذ ہے ان کی امداد بند کر دی جائیگی۔ پاکستان میں بھی قانون موجود ہے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب:۔

**جہاں تک تو امریکہ کی جانب سے امداد بند کرنے کا تعلق ہے تو میں اس روز اللہ کا شکر ادا کرونگا**

جس روز ہماری امداد بند ہوگی کیونکہ یہ امداد ہی ہمارے تمام مسائل کی جڑ ہے اور تباہیوں کا سبب ہے یہ لوگ امداد دیتے ہیں اور اس پر نہ صرف سود وصول کرتے ہیں بلکہ اپنی ناروا شرائط بھی منواتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ شرعی قاعدے کے مطابق کسی بھی نبی کی توہین کرنے والا مستوجب سزا اور قابل تعزیر ہے۔ اس میں کوئی تعصب نہیں ہے۔ قرآن نے تو کافروں کے بتوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔

سوال:۔ آپ مختلف مواقع پر حکومت کے خاتمے کے دعوے کرتے ہوئے اس کے لئے باقاعدہ تاریخ بھی دیتے رہے ہیں ایسا آپ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

جواب:۔ میں نے کبھی دعویٰ یا اعلان نہیں کیا البتہ مختلف موقعوں پر تجزیے کرتا رہا ہوں جو اکثر اوقات درست بھی ثابت ہوئے ہیں میں نے جون سے پہلے حکومت کے اتحادیوں کی علیحدگی کے بارے میں بتایا اور جون میں حکومت کے بڑے بڑے اتحادی ٹوٹ گئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ حکومت کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ شریعت نافذ کر دے اور اس سلسلے میں خلوص سے کام لے اس طرح ان کی آخرت بھی بچ جائیگی اور دنیا بھی ورنہ انہیں شاید دونوں جگہ پر مایوسی ہوگی جہاں تک حکومت کے خاتمے کی بات ہے تو ہم اسے فتح کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ کراچی میں پولیس کے بے شمار افراد مارے گئے اور انہوں نے 60/60 لوگوں کے قاتل پکڑے جنہیں چھوڑ دیا گیا۔ عقوبت خانے پکڑے گئے الطاف پر کئی مقدمات ہیں 28 سال کی سزا ہو چکی ہے لیکن حکمران اسے ملتے ہیں یہ ظلم ہے اس میں نہ ہم حکومت کا ساتھ دیتے ہیں نہ حمایت کرتے ہیں۔

سوال:۔ اسلام نے جہاد کا حکم دے رکھا ہے آپ کے خیال میں کیا اس وقت ملک میں جہاد والی صورتحال نہیں پیدا ہوئی؟

جواب:۔ جہاد کی ضرورت تو یہاں موجود ہے لیکن ابھی بہتری کی موہوم امید ہے ہم چاہتے ہیں کہ جنگ نہ ہو کیونکہ غریب اور پسے ہوئے طبقے کے ہاتھ میں بندوق اور تلوار پکڑانا تو آسان ہے لیکن اسے کنٹرول کرنا ممکن نہیں رہتا اور خانہ جنگی میں بہت خون بہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو ہدایت دے دے۔ لوگ لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ مزید لاشیں اٹھانا پڑیں۔ ورنہ صورتحال یہ ہے کہ ستر فیصد عوام کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے ظلم بڑھ گیا ہے۔ لیکن

پھر بھی ہم نہیں چاہتے کہ مظلوم کی آواز دیگر ظالموں کے خلاف کھڑا کر دیں۔ پھر بھی

**اگر خانہ جنگی کی ضرورت پڑی تو یاد رکھیں خانہ حکمرانوں کا ہو گا جنگ ہماری ہوگی۔**

سوال:۔ بعض سیاستدان فوج کو حکومت دینے کی بات کر رہے ہیں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ ہمارے جو سیاستدان ہیں میں انہیں نابالغ سمجھتا ہوں۔ فوج کو سیاست میں مداخلت کے لئے آوازیں دینا سیاسی عدم بلوغت کی نشانی ہے کیونکہ فوج کا کام سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے سیاست کرنا نہیں لیکن جب سیاستدان انہیں ملوث کر لیتے ہیں تو پھر خود ہی چلانے بھی لگتے ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں اسلام نافذ ہو گا اور اگر ہوا تو کیا یہ افغانستان یا ایران کی طرز پر ہو گا یا یہاں اس کا کوئی اپنا انداز ہو گا؟

جواب:۔ پاکستان میں اسلام نافذ ہو گا اور مجھے اس کی امید نہیں یقین ہے۔

**دنیا کی تمام جنگیں امید کے سہارے لڑی جاتی ہیں لیکن میں اپنی جنگ یقین کی بنیاد پر لڑ رہا ہوں**

ہم افغانستان میں نفاذ اسلام کے تجربے کو ناکام قرار دیتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ طالبان ایک تباہ حال ملک میں حالات جنگ کی پیداوار ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے وہاں قیام امن جیسا غیر یقینی کام کر کے دکھا دیا ہے۔ اگر حکومت پاکستان افغانستان کے ساتھ مخلص ہوتی تو طالبان کے ہاتھ مضبوط کرتی وہ یہاں سے ایسے ماہرین بھیج سکتے تھے جو افغانستان کے تباہ شدہ اداروں کو دوبارہ قائم کرنے میں مدد کرتے۔ ایران میں اسلام کی بات نہیں ہوتی کیونکہ وہاں پر ایک فرقے کا نظام ہے جو شیعہ ازم ہے جسے وہ اسلام مان کر کام کر رہے ہیں۔ لیکن جو کچھ پاکستان میں آ رہا ہے اس میں کسی فرقے کی بات نہیں بلکہ قرآن و سنت کی حکمرانی کا ذکر ہے جو کہ اسلام ہے۔ اور مجھے یقین واثق ہے کہ یہاں انشاء اللہ اسلام ضرور نافذ ہو گا اور اس کے ثمرات ایران اور افغانستان کو بھی سنبھلنے کا موقع دیں گے۔

سوال:۔ لوگ مذہبی سیاسی جماعتوں کے ساتھ تو چلتے ہیں لیکن انہیں ووٹ کیوں نہیں دیتے جیسا کہ انہوں نے جماعت اسلامی کے ساتھ الیکشن میں کیا؟

جواب:۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں امید ہے آپ برا نہیں مانیں گے۔ پچھلے دنوں میں لاہور میں تھا کہ جماعت اسلامی نے رائیونڈ میں جلسہ کرنے کا اعلان کیا کہ حکمرانوں کی لوٹ مار کو بے نقاب کرنا ہے میں خود تو نہیں گیا لیکن سنا ہے کہ رائیونڈ فارم سے دو میل دور تیس ہزار افراد جمع ہو گئے لیکن اس کے باوجود رائیونڈ کے اندر فوج کا 114 بریگیڈ Deploy تعینات کیا گیا اب لوگوں کا ایک تاثر تھا کہ جناب حکمران لوٹ رہے ہیں اور قاضی صاحب ہمیں انصاف دلائیں گے۔ پھر جماعت اسلامی نے اسلام آباد میں اجتماع کیا فیصل مسجد میں دعا کے لئے تین لاکھ افراد جمع ہوئے لیکن کسی کو ایک چوکیدار بھی کھڑا نہ کرنا پڑا لوگوں کا دماغ خراب ہے کہ ووٹ دینے جائیں گے۔ لوگ بھی سوچتے ہیں کہ جہاں ضرورت تھی ہمیں ساتھ لے گئے خواہ ہمیں گولی بھی لگ جاتی اور پھر جب ذکر اذکار اور دعا مانگنے کے لئے آتے ہیں تو مزے کی بات ہے حکومت کو فکر بھی نہیں ہوئی کمال ہے تین لاکھ بندے اسلام آباد میں جمع ہوتے ہیں اور حکومت کو فکر ہی نہیں ہے کہ یہ کچھ کرینگے تو یہ جو کردار ہے ہماری دینی جماعتوں کا وہ انہیں ووٹوں سے محروم کرتا ہے۔ خدا جانے کیا ہوا لیکن کیا ایسا ہوا نہیں؟ جب الجھتے ہیں تو انتہا کا الجھتے ہیں کوئی گنجائش نہیں رکھتے بات کرنے کی بھی فتویٰ لگاتے ہیں اور دوسرے دن اس کے پیچھے نماز نیت کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو پھر عام آدمی کہاں جائے کیوں اعتبار کرے جب اسے پتہ ہے کہ میں نے آخر کار سجدہ وہیں ہی کرنا ہے تو پھر میں کیوں نہ پہلے ہی وہاں سجدہ کر لوں

شکریہ

# کلامِ شیخ

اثاثہ ہے مومن کا الفت نبیؐ کی
چلو نعت اک آج لکھیں نئی سی

محمدؐ کی عظمت کا جھنڈا اٹھاؤ
کوئی نعت خوں سے بھی لکھ کر دکھاؤ

کٹھن ہم پہ کتنی گھڑی آگئی ہے
مسلماں کے خوں کی ندی بہہ رہی ہے

زمانہ نئی چال چلنے لگا ہے
کہ یہ اژدھا زہر اگلنے لگا ہے

چلا ہے یہ مسلم کو مغلوب کرنے
چلا دین حق کو ہے مرعوب کرنے

ابوبکرؓ سا عزم پھر لے کر اٹھو
شجاعت کو فاروقؓ سے لے کر اٹھو

تم عثمانؓ وحیدرؓ سا جذبہ دکھاؤ
صحابہؓ کی سنت کو پھر لے کے اٹھو

اٹھو ظالموں پہ بجلی گرا دو
ہے اسلام زندہ یہ سب کو بتا دو

بتا دو کہ تم دین حق کے امیں ہو
شہیدان حق کے تمہیں جانشیں ہو

یہ باطل کی شوکت مٹا دے جہاں سے
بڑھے روشنی پھر تمہاری اذاں سے

گرے سر جو کٹ کے زمانہ کہے یہ
میں پہچانتا ہوں سیماب ہے یہ

**سیماب اویسی (متاع فقیر)**

## مضامین نگار سے درخواست

براہ کرم اپنے مضامین کاغذ کے ایک طرف لکھ کر بھیجیں۔ کھلا کھلا اور خوشخط کر کے لکھیں فوٹو کاپی ہرگز نہ بھجوائیں۔ حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔

(ادارہ)

## اطلاع برائے دعائے مغفرت

ضلعی امیر سلسلہ عالیہ ضلع خانیوال ڈاکٹر عابد حسین فاروقی کے والد محترم حاجی میاں عبدالرحمٰن قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ تمام احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

# تصویر کے دو رخ

کائنات کا حسن اس کے تناسب میں ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی اس تناسب کو قائم رکھا جا سکتا ہے۔ ہر ایک کا ایک دائرہ کار متعین ہے کسی کو بے لگام نہیں رہنے دیا۔ جو ان حدود و قیود کا خیال رکھتا ہے اللہ کی رحمتیں اس جہاں میں بھی اس کا آسرا بنتی ہیں اور دار آخرت میں بھی اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ "تصویر کے دو رخ" میں عورت کے اسی دائرہ کار پر بحث کی گئی ہے۔

جس طرح ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں اسی طرح ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں مثبت بھی اور منفی بھی۔ عورت ذات میں بھی تنوع پایا جاتا ہے۔ جب سر پر آنچل ڈال کر بیوی کا روپ دھارتی ہے تو شرم وحیا اور وفاداری کا پیکر نظر آتی ہے۔ شوہر کے گھر کو اپنا گھر جان کر اس کی خدمت اپنی عبادت بنا لیتی ہے۔ گھر کو سنوارنا سجانا اس کا شعار ہوتا ہے۔ عورت کے دم سے گھر جنت بن جاتا ہے۔ یہ پیار کا ٹھنڈا میٹھا چشمہ بن جاتی ہے۔ جہاں اس کے کنبے کا ہر فرد سکون واطمینان کی دولت سے فیض یاب ہوتا ہے کہ

"وجود زن سے ہے کائنات میں رنگ"۔

حضور ﷺ کی زندگی جہاں ہر شعبہ حیات کے لئے نمونہ ہے۔ وہاں ان کی ازدواجی زندگی معاشرتی نظام میں ایک سکول کی حیثیت رکھتی ہے۔ ازواج مطہرات کے ذریعے جس بڑے مقصد کی تکمیل ہوئی وہ نصف انسانی دنیا کی تعلیم ہے۔ نسائی مسائل کی بہت سی گتھیوں کو سلجھانے میں ازواج مطہرات کا غیر معمولی دخل ہے ان ہی سے ایسے بہتر سے مسائل کا حل ملتا ہے۔ ایک طرف ان مسائل کا علم ضروری اور دوسری طرف ان کے اظہار سے حیا مانع۔ ازواج مطہرات کے ذریعے عورتوں کو اور ان عورتوں کے وسیلے سے مردوں کو مسائل ضروریہ کی تعلیم حاصل ہوئی۔ بہرکیف کہنا یہ ہے کہ نصف دین کی تکمیل اور دنیا کی آدھی آبادی کی تعلیم کا یہ عظیم الشان کام ازواج مطہرات کے ذریعے سرانجام پایا۔ اسلام میں عورت کا کیا مرتبہ ومقام ہے اس حدیث سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

"دنیا کی عزیز ترین متاع نیک عورت ہے"

جب انسانی بقا کا سوال اٹھتا ہے تو ہر نظر عورت کو ہی تلاش کرتی ہے اور یہ ماں بن کر قوموں کی تقدیر اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ اگر ماں اچھی ہوگی تو بچے بڑے ہو کر مرد میدان ثابت ہونگے۔ نسلوں کی پرورش کے لئے ماں کی گود مرکز ومحور بن جاتی ہے بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود قرار دی گئی۔ جدید سائنسی ٹیکنالوجی نے ثابت کیا کہ بچہ 75% اپنی ماں ہی سے سیکھتا ہے۔ عورت بیٹی کے روپ میں جنم لیکر خدمت گذاری اور فرمانبرداری کی اعلیٰ مثال قائم کرتی ہے۔ ماں باپ کی خدمت کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتی ہے۔ اس روپ میں وہ ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور گھر کی کہلائی جاتی ہے۔ بہن کی حیثیت سے اپنے کنبے کے غم گساری اور دوستی کے رشتوں کو استوار کرتی ہے۔ اس رشتے کی بہترین مثال آنحضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ جو کہ جنت کی سرداری سے مشرف کی گئی۔ غرض عورت اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو کائنات کی حسین ترین مخلوق بنایا۔ عورت کا یہ خوبصورت پہلو شریعت مطہرہ کا محتاج ہے یہ سب تب ہی ممکن ہے جب اس کی اساس قران وسنت ہو۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی خوبیوں سے نوازا ہے وہاں اگر عورت اپنی بنیاد سے ہٹ جائے تو اس کا دوسرا رخ انتہائی مکروہ اور زمانہ میں بگاڑ کا سبب ہے یہ اس بدصورتی اور بے حیائی کو جنم دیتی ہے جس سے شیطان بھی پناہ مانگے۔ مغرب کا معاشرہ اس معاشرہ اس کی بہترین مثال ہے۔ یہی ماں ٹھنڈی چھاؤں جب ساس کا روپ دھارتی ہے زبان اس کی کٹار اور ظلم کرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ نند

بھابھی کا رشتہ ہو تو خدا واسطے کا بیر۔

آج کی عورت اندھا دھند مغرب کی تقلید کرتی نظر آرہی ہے جسے نہ دین کی پرواہ ہے اور نہ ہی اچھی سماجی قدروں سے کوئی لگاؤ ہے مادہ پرستی ان کی خوبی بن چکی ہے۔ وفاشعاری' خدمت گذاری اور قناعت جیسی خوبیاں دم توڑ رہی ہیں۔ آج کل عورت کا زیور شرم وحیا نہیں بلکہ ان کی منزل سونے چاندی کے وہ محل ہیں جہاں پر انہیں دنیا کی تمام آسائشیں حاصل ہوں۔ ان کی منزل دین کی سربلندی نہیں بلکہ ترقی کا وہ زینہ ہے جس پر چڑھ کر یہ اپنے آپ کو دولت مند' ماڈرن اور فیشن ایبل عورتوں کی صف میں کھڑا کر سکیں۔ جدید سٹیلائٹ نظام نے ماؤں سے پیاری اور معصوم لوریاں چھین کر ان کی جگہ فحش ہندوستانی گانے زبان زد عام کر دیئے ہیں۔ ہندوستانی فلمیں معصوم اور کچے ذہنوں کی مالک لڑکیوں کے لئے وبال بن چکی ہیں۔ لڑکوں سے محبت کرنا جیسے ان کا دینی فریضہ بن چکا ہے۔ اس راستے پر چل کر نجانے کتنی لڑکیاں اندھیرے غاروں میں گم ہو چکی ہیں۔ کیا یہ وہی عورت ہے جس کو اسلام نے اتنی عزت دی کہ جائیداد میں سے بیٹی اور بیوی کا حصہ مقرر فرمایا اور ماں کے قدموں تلے جنت دی۔ آنحضرت ﷺ نے چار بڑے گناہوں کا ذکر کیا سرفہرست ماں کی نافرمانی کو قرار دیا گیا اور فرمایا کہ ماں کی نافرمانی تم پر حرام کی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں اور مشورہ کی خاطر حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے جواب دیا ہاں تو فرمایا اس کی خدمت میں لگے رہو کہ جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔ اسلام نے عورت کو اتنا مقام دیا کہ نکاح کے لئے عورت کی اجازت کا حاصل ہونا ضروری قرار پایا۔ بیوہ کے نکاح کے متعلق حدیث شریف ہے کہ تین باتوں میں ہرگز دیر نہ کرو۔

(1)۔ جب نماز کا وقت ہو جائے۔ (2)۔ جنازہ تیار ہو جائے۔ (3) جب بیوہ کا کفو (جوڑا) مل جائے فوراً" بیاہ کر دو۔ ماں' بیوی اور بیٹی غرضیکہ عورت سے جو رشتے نکل سکتے تھے آنحضور ﷺ نے ان سب کے حقوق کے متعلق قول وعمل سے تشریح فرمادی کیا آج ماؤں کی گود میں محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے عظیم سپہ سالار پرورش پا رہے ہیں؟ کیا آج میری بہنیں کردار کی اس بلندی پر ہیں کہ لوگ بیٹیوں پر فخر کر سکیں؟ میری بہنوں سے مودبانہ گذارش ہے کہ وہ مکروفریب کے اس سنہری جال کو توڑ دیں۔ اسلامی قدروں کو اپنائیں اور اسلام کی ترقی کے لئے کوشاں ہو جائیں۔ اسلام کی تعلیمات آج بھی تروتازہ ہیں اور تاقیامت انسانیت کی فلاح کی ضامن ہیں۔ اسلام کی آغوش میں آکر اتنا ہی نہیں بلکہ انسانیت کا دامن خوشیوں سے بھر سکتے ہیں۔ آیئے اسلام اپنایئے' ایک سنہرا مستقبل آپ کا منتظر ہے۔

عزم راسخ ہو تو دیتی ہے صدا خود منزل
حوصلہ ہو تو کوئی راہ بھی دشوار نہیں

**انیستا رشید بٹ**


## ضروری اعلان

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ماہنامہ "المرشد" کا رابطہ آفس فیصل آباد میں قائم کر دیا گیا ہے۔ المرشد کو مزید بہتر بنانے کے لئے تجاویز اور اپنی نگارشات درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

ماہنامہ "المرشد" کمرہ نمبر 8 سیکنڈ فلور
ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد فون 732254

# اخرجت للناس

(حضرت مولانا محمد اکرم اعوان بمقام دار العرفان سالانہ منارہ مورخہ 97-8-3

اللہ جل شانہ نے بندہ مومن کو جو خصوصی اعزاز واکرام سے نوازا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ قرآن حکیم میں جو ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ بنی آدم دنیا میں اپنی اپنی زندگی جیتے ہیں اگرچہ شہروں میں، قصبوں میں ہجوم ہوتے ہیں، بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے، بیشمار لوگ ہوتے ہیں، لیکن اس انبوہ کثیر میں ہر فرد اکیلا ہوتا ہے ہر بندہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے، اپنے ارادوں میں مگن اکیلا اپنے سفر پہ رواں دواں ہوتا ہے۔

امریکہ میں ایک شخص نے ایک کتاب لکھی تھی اس کا نام تھا The Lonely Crowd اکیلے اکیلے لوگوں کا جمگھٹا اور پوری امریکہ کی تاریخ میں اس کتاب کی فروخت کا ریکارڈ ہے اور کوئی کتاب اتنی نہیں بکی۔ اسی فلسفے پہ اس نے بحث کی تھی کہ بظاہر دیکھنے میں کروڑوں لوگ ایک میدان میں نظر آتے ہیں، بہت بڑا ہجوم ہے لیکن کریدا جائے تو ہر فرد اکیلا ہوتا ہے اس کی خواہشات الگ ہوتی ہیں ان کی تکمیل کے لئے کسی سے دوستی کرتا ہے کسی سے دشمنی کرتا ہے جب پتہ چلتا ہے کہ جس سے دوستی کی تھی اس سے میرے ارادے پورے نہیں ہو رہے، چھوڑ دیتا ہے۔ دراصل یہ دوستی نہیں ہوتی بلکہ اپنی ان اغراض کے حصول کے لئے وہ سارا تعلق چاہتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے بیگانے ہوتے ہیں۔ بندہ مومن میں ان کی نسبت یہ فرق ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے زندہ رہتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد خواہشات کی تکمیل، اپنی آرزوؤں کی تکمیل، حصول اقتدار، حصول زر یا کوئی لالچ نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کی مخلوق کو امن، سلامتی، نیکی، بھلائی پہنچانے کے لئے ان سے ظلم زیادتی، کفروشرک اور برائی دور کرنے کے لئے جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ یہ فرق ہے بندہ مومن میں اور اس میں جسے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ پہلی امتوں کے ہر مومن کو بھی اللہ نے یہی جذبہ عطا فرمایا لیکن چونکہ ان کے ادوار محدود تھے، افراد محدود تھے، علاقے محدود تھے تو ذمہ داریاں بھی محدود تھیں۔ حضور ﷺ کی بعثت ساری انسانیت کے لئے ہوئی تو جسے آپ ﷺ کی غلامی کا شرف نصیب ہوا تو اسے اللہ نے فکر جہاں عطا فرمائی۔ یہی بات کتاب اللہ نے دہرائی ہے كنتم خير امة تم بہترین امت ہو۔ تمام آنے والی امتوں میں سب سے اعلیٰ امت تم ہو اس لئے کہ اخرجت للناس تمہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے نسل انسانی کی نگہداشت کے لئے یعنی تم ایک شہر کی فکر نہیں رکھتے بلکہ تم فکر جہاں رکھتے ہو تامرون بالمعروف نیکی کا حکم دیتے ہو تامرون استعمال فرمایا اپیل کرنے کا یا گذارش کرنے کا یا درخواست کرنے کا ارشاد نہیں فرمایا کہ تم نیکی کے لئے اپیل کرتے ہو یا نیکی کے لئے لوگوں کی منتیں کرتے ہو نہیں بلکہ نیکی کو نافذ کرتے ہو حکما تامرون بالمعروف نیکی کا حکم دینے کی قوت پیدا کرتے ہو۔ وتنهون عن المنكر اور برائی سے روکنے کی سکت حاصل کرتے ہو۔ بادشاہ بننے کے لئے نہیں، سلطان کہلانے کے لئے نہیں، لوگوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کی گردنوں سے غلامی کے طوق اتارنے کے لئے، بندوں کو اللہ کا بندہ بنانے کے لئے۔ بندوں کو شیطان اور شیطانی طاقتوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے وتومنون بالله اور یہ سارا کام تم اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں اللہ پر ایمان ہے۔ اللہ کے حکم کی تکمیل کرتے ہوئے اور اسی سے اجر کی امید رکھتے ہو۔ کسی بندے کو جس کو تمہاری طرف سے فائدہ پہنچے، جسے امن نصیب ہو، جسے سلامتی نصیب ہو، جسے ایمان نصیب ہو، تم اس سے شکریے کے طالب بھی نہیں ہوتے اس لئے کہ تم نے کام اللہ کے حکم کے مطابق کیا ہے۔ جس کے ارشاد کی تعمیل کی ہے اسی سے تم امید کرم رکھتے ہو۔ تمہارا کسی کے ساتھ سودا نہیں ہوتا۔

مرور زمانہ نے ہمیں کہاں سے کہاں لا پھینکا یہی فلسفہ تھا اسی آیہ کریمہ کا جس نے مٹھی بھر صحرانشینوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کہاں کہاں ظلم ہو رہا ہے بنی آدم پر اور اسے کیسے روکا جا سکتا ہے۔ اب بھلا صحرائے عرب کے بدوؤں پہ ہسپانیہ کے ظالم

حکمرانوں کے ظلم سے لوگوں کو چھڑانا کیسے واجب ہو گیا وہ بھی کافر‘ وہ بھی کافر‘ وہاں نہ اسلام کا نام ونشان نہ حاکم مسلمان نہ محکوم مسلمان۔ اب کہاں وہ شمالی علاقہ جات کے برفستانوں کا دور افتادہ ملک اور کہاں یہ خط استوا کی تپتی ریت کے صحرا نشیں‘ کہاں سرزمین ہندوستان کہاں سرزمین کابل‘ ایران وفارس کہاں سمرقند وبخارا اور کہاں چین اور کاشغر۔ کہاں افریقہ اور سری لنکا اور یہ کہاں کی باتیں ہیں تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ چند بدو‘ خیموں میں رہنے والے لوگ‘ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرانے والے لوگ یہ سوچنے لگ جائیں کہ قیصرو کسریٰ کیا مظالم توڑ رہے ہیں۔ یہ بھلا صحرا نشینوں کی جھگیوں میں قیصرو کسریٰ کا تذکرہ کرنے کی جرات کیسے پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ جب وہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام پر ایمان لائے تو صحرا نشین نہ رہے۔ وہ قرآن کے وہ مثالی بندہ مومن بن گئے جسے فکر جہاں نصیب ہوتی ہے۔ جو روئے زمین کو اپنی ہتھیلی پہ پھیلا کر دیکھتا ہے کہ کہاں اللہ کے بندوں پر کون ظالم ظلم توڑ رہا ہے اسے کیسے روکا جائے پھر وہ دیوار سے ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتا بلکہ دیواریں اس کی پناہ ڈھونڈتی ہیں اس کے راستے میں حائل نہیں ہوتیں روشنی اس کی ہمسفر ہوتی ہے۔ دریا وسمندر اس کا راستہ نہیں روکتے بلکہ اس کے لئے ازخود راستے چھوڑ دیتے ہیں۔ پہاڑوں کی بلندیاں اور صحراؤں کی وسعتیں سمٹ جاتی ہیں اس کے پاؤں کے نیچے۔ یاد رکھیں وہی نبی ہے اللہ کا ﷺ اور وہی کتاب ہے اور وہی مطالبہ آج بھی بندہ مومن سے ہے جو عہد نبوی میں تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے نہ نیا نبی آیا نہ آئے گا نہ کتاب نئی آئی نہ آئے گی نہ اس میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے نہ کر سکے گا۔ آج بھی جسے خود کو بندہ مومن ثابت کرنا ہے اسے وہی اطوار اپنانے ہوں گے جو ان صحرا نشینوں کے تھے۔ وہی ادائیں اپنانی ہوں گی جو ان لوگوں نے اپنائی تھیں وہی کردار اپنانا ہو گا جو ان لوگوں نے اپنا قیامت تک کے لئے معیار دے دیا والسبقون الاولون من المھجرین والانصار سبقت لے جانے والے لوگ پہلے پہلے جنہیں غلامی نصیب ہوئی اللہ کے رسول ﷺ کی۔ مہاجرین اور انصار میں سے ایک طبقہ ہو گیا قرآن کے مثالی مسلمانوں کا اور دوسرا طبقہ ہے جو تا قیام قیامت والذین اتبعوھم باحسان دوسرا وہ طبقہ ہے جنہوں نے خلوص دل سے ان کی پیروی کر لی۔ مسلمانوں کے دو طبقے ہیں کوئی تیسرا طبقہ نہیں ایک وہ مثالی مسلمان جن کی تربیت رسول ﷺ نے فرمائی دوسرا وصال نبوی کے بعد قیامت تک آنے والے وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی اختیار کر لی تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ آپ نے جزیرہ نمائے عرب کو عدل وانصاف کا‘ اسلام کا‘ ایمان کا‘ سلامتی کا‘ گہوارہ بنا دیا سب سے پہلے اس سرزمین کو‘ وہ چھوٹی تھی یا بڑی‘ اس جزیرہ نما کو بہت وسیع تھا یا تھوڑا تھا جہاں حضور ﷺ تشریف رکھتے تھے اسے ایک قوت میں تبدیل کر دیا۔ وہاں کوئی سلطان وامیر نہیں تھا اللہ کے احکام تھے جو اللہ کا رسول ﷺ نافذ فرماتا تھا وصال نبوی کے بعد مسلمان تھے اور مسلمانوں کا امیر تھا۔ کوئی شہنشاہ نہیں تھا‘ کوئی سلطان نہیں تھا‘ کوئی قانون سے بالاتر نہیں تھا اس زمانے میں جس میں ظلم وجور اپنی تمام حدود پھلانگ چکا تھا مثالی امن تھا اس جزیرہ نما میں اس زمانے میں جب دنیا شراب کے نشے میں دھت پڑی تھی وہاں لوگ شب زندہ دار تھے۔ اس زمانے میں جب دنیا بدکاری میں غرق ہو چکی تھی وہاں مثالی آبرو تھی انسانیت کی۔ اس زمانے میں جب روئے زمین پر قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا وہاں مثالی پناہ تھی انسانیت کے لئے امن تھا اور جب دنیا کا ہر بندہ کسی نہ کسی کا غلام تھا وہ سارے آزاد تھے اور صرف اللہ کے بندے تھے۔ یہ ایک بنیادی طاقت بن گئی ساری توجہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اس پر مرکوز فرمائی اور یاد رکھو آسانی سے نہیں بنی یہ ریاست‘ مدینہ منورہ کو جزیرہ نمائے عرب تک پھیلانے کے لئے ہجرت کے بعد جب جہاد فرض ہوا اور وصال نبوی ﷺ تک کے دس سالوں میں چوراسی کے قریب غزوات وسرایہ لڑنے پڑے محمد رسول اللہ ﷺ کو یعنی شیطان یا شیطانی طاقتیں خاموش نہیں بیٹھ گئیں کسی چلے وظیفے یا دم درود سے کام نہیں ہو گیا بلکہ عملی طور پر دس سالوں میں چوراسی کے قریب جنگیں فیس (Face) کرنی پڑیں نوزائیدہ مملکت کو۔ لیکن چونکہ اس کی بنیاد عدل

پر تھی، حق پر تھی اللہ کا رسول ﷺ موجود تھا وہ جیتتی رہی ہر حملے نے اسے مزید قوت بخشی ہر دباؤ نے اس میں اور اٹھان پیدا کی اور ٹکرانے والی لہریں پاش پاش ہوتی رہیں اور اس کی قوت مزید بڑھتی گئی حتی کہ چشم فلک نے دیکھا کہ صحرا نشینوں کی یہ مملکت ساون کے بادلوں کی طرح چھاتی چلی گئی کائنات کی وسعتوں پر اور معلوم دنیا کا تین چوتھائی حصہ اس سلطنت کا حصہ بن چکا تھا جس کا امیر مسجد نبوی کا امام تھا پانچ وقت نماز پڑھانے والا ایک عام سا انسان کھدر پہننے والا' ایک غریب آدمی ٹوٹے ہوئے جوتے پہننے والا' جو کی روٹی کھانے والا اور بڑے بڑے ظالموں کے تاج پیوند زمین ہو گئے بڑی بڑی ظالم سلطنتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایک عالم تہ وبالا ہو گیا یہی مسنون طریقہ ہے۔ ریاست کیا دیتی ہے اہل ریاست کو؟ اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق ریاست کے ذمے ہے بنیادی طور پر ہر شہری کی حفاظت۔ تین بنیادی اصول ہوتے ہیں ریاستوں کے۔ حفاظت' عدالت اور کفالت۔ سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ریاست بنائی اس لئے جاتی ہے' حکومت تشکیل اس لئے کی جاتی ہے کہ اس کے زیر اثر رہنے والے یا اس کے ملک کے ہر شہری کے حقوق جو ہیں ان کا تحفظ ہو۔ اسے زندہ رہنے کا حق ہے' کوئی اس کی زندگی نہ چھین سکے۔ وہ اپنا مال جائز ذرائع سے کما کر لاتا ہے کوئی اس کا مال نہ چھین سکے۔ اس کی آبرو امانت ہے لوگوں کے لئے اللہ کی امانت ہے کوئی اس کی آبرو نہ چھیڑ سکے۔ حفاظت کے لئے عدالت شرط ہے۔ اگر عدل نہیں ہوگا۔ حکومت ہی عدل نہیں کر سکے گی تو حفاظت نہیں کر پائے گی عدالت کیسے ممکن ہے۔ دنیا میں مختلف طریقے ہیں اس کے جن میں ایک طریقہ وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے عطا فرمایا باقی ہر قوم کے پاس ہر ملک کے پاس اپنے مزاج کے مطابق اپنے طریقے ہیں لیکن باقی سارے طریقے جنہیں لوگ عدالت کہتے ہیں دراصل وہ ظلم ہے۔

عدالت صرف ایک ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ طریقہ عدالت' باقی سب جھوٹ ہے اور پورا مغرب ایسی بات پہ چڑتا ہے کہ ہمارے بڑے بڑے دانشوروں نے جو فلسفہ حیات پیش کئے اسلام انہیں ٹھکرا دیتا ہے۔ مسلمان صرف حق پر اپنی مناپلی رکھتے ہیں کہ صرف ہم سچے ہیں باقی سب جھوٹ بول رہے ہیں اس بات پہ مغرب چڑتا ہے۔ لیکن حقیقت کسی کے چڑنے یا ناراض ہونے یا خوش ہونے سے تبدیل نہیں ہوتی حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے حق یہ ہے کہ عدالت صرف وہ انداز انصاف ہے جو اسلام نے' دین برحق نے عطا فرمایا اور عدالت کے لئے کفالت شرط ہے۔ مثلاً" حکم ہے جو کسی کا مال چراتا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ لیکن اگر چور چار دن سے فاقے میں ہو اور اس کے لئے حکومت کوئی انتظام نہ کر سکے اسے روزگار بھی نہ مل سکے' اسے کاروبار بھی نہ مل سکے' اسے مزدوری بھی نہ مل سکے اور ملک میں کوئی ایسا نظام نہ ہو جو اس کا اہتمام کرے تو آپ اس کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتے۔ پھر وہ درجہ مجبوری میں چلا جائے گا۔ سزا تو وہ پائے گا لیکن ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا' حد جاری نہیں ہوگی' پھر تعزیر ہوگی۔ آپ اسے قید کر دیتے ہیں یا اسے درے مارتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ حکمران بھی ماخوذ ہو گا جس نے اس کی کفالت کا اہتمام نہیں کیا۔ اصل چوری کا سبب وہ حکومت وہ ادارہ وہ Institution ہے جس نے اسے فاقوں پہ مجبور کر دیا حکومت ذمہ دار ہے کفالت کی کہ کوئی کم از کم افلاس یا فاقے کے ہاتھوں مجبور ہو کر چوری نہ کرے۔ ہٹلر نے جب یہودیوں کو قید کر دیا تھا تو اس حد تک انہیں فاقوں سے مارا تھا کہ وہ انتظار کرتے تھے کوئی قریب المرگ ہو' کوئی مرجائے تو وہ اس کی بوٹیاں نوچ کر کھا جائیں اور بوڑھے اور ضعیف قیدیوں کو مار دیتے تھے پیٹ بھرنے کے لئے۔ تو کیا ان پر یہ حد جاری ہوتی کہ انہوں نے انسانی گوشت کھایا ہے یا ان کے ساتھ وہ بھی پکڑا جاتا جس نے انہیں محبوس کر کے ہفتوں بھوکا رکھا۔ اس حد تک وہ پہنچ گئے کہ انہیں اب انسانی گوشت میں یا کھانے میں تمیز نہیں۔ انہیں پیٹ بھرنا ہے کسی طرح بھی زندہ رہنا ہے۔ تو جو ادارہ جو Institution کفالت نہیں کر سکتا وہ عدالت کر نہیں سکتا جو عدالت نہیں کر سکتا اس کے پاس حفاظت کا کوئی تصور نہیں یہی وجہ ہے کہ آج وطن عزیز کا ہر فرد عدل سے محروم ہے روزگار کی ضمانت نہیں ہے۔ جان مال آبرو کا کوئی تحفظ نہیں

ہے۔ یاد رہے یہ ساری بات سیاسیات سے بالاتر ہے اس میں کسی پارٹی' کسی سیاسی جماعت' کسی حکومت یا کسی اپوزیشن کی بات میں نہیں کر رہا میں بات حق کی کر رہا ہوں کوئی اس کی زد میں آتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کرے' کسی کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے تو یہ اس پر اللہ کا انعام ہے۔ ہم نہ کسی فرد کے فائدے کی بات کر رہے ہیں۔ حق کی بات کر رہے ہیں اگر اس سے کسی کو فائدہ پہنچتا ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور کسی کو نقصان پہنچ رہا ہو اگر تو وہ اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ دیکھے کہ وہ کہاں اس میں مس فٹ ہے کیوں اسے نقصان ہو رہا ہے۔ آج پاکستان کی پچاس سالہ گولڈن جوبلی تقریبات کی تیاریاں ہو رہی ہیں' وہ ریاست جسے نفاذ اسلام کے لئے حاصل کیا گیا تھا' وہ لاکھوں نوجوان جن کے دمکتے ہوئے اور خوبصورت چہروں کو قبر کی مٹی کی بجائے گدھوں اور کتوں کی غذا بننا پڑا کیا وہ کسی کے جگر گوشے نہ تھے۔ کیا وہ رسول کریم ﷺ کے امتی نہ تھے۔ کیا انہوں نے دین حق کے لئے قربانیاں نہیں دیں تھیں۔ وہ عصمتیں جو اس پر لٹ گئیں اور اس دور کے لوگوں کو یاد ہو گا کہ مسلمان شیر خوار بچوں کے قتل کا انداز جو اس وقت کے کافر نے اپنایا تھا وہ یہ تھا کہ بچوں کو اچھالا جاتا تھا اور پھر نیچے سے نیزوں پر لیا جاتا تھا وہ سب اس لئے تھا کہ چند لوگ عیش کریں اور باقی ظلم کی چکی میں پستے رہیں۔ اس لئے نہیں تھا یہ سارا خون کہ پچاس سال بعد دنیا بھر کے کنجروں کو اکٹھا کر کے نچایا جائے۔ اگر اسے کنجر خانہ ہی بننا تھا تو اتنے لوگوں کو ذبح کرانے کا کیا مقصد۔ آج ہم گولڈن جوبلی مناتے حق وعدالت کی' انصاف کی' امن کی' آبرو کی اور کافر دنیا کو ہم دکھاتے اسلام یہ ہے اور اس کا انصاف یہ ہے' اسلامی ریاست یہ ہے اور انسانی فلاح اسے کہتے ہیں۔ جو تنظیمیں انسانی بہبود اور فلاح کی مغرب میں بنائی جاتی ہیں' انہیں ہم بلاتے اور کہتے اس ملک میں رہنے والے کافروں سے پوچھو' ان کے انسانی حقوق کیسے محفوظ ہیں۔ یہاں رہ کر دیکھو کسی کو چوری کا ڈر نہیں ہے۔ کسی کو آبرو اور جان کے لٹنے کا ڈر نہیں ہے۔ موجودہ صورتحال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جسے دعویٰ ہے اللہ سے محبت کا' اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا وہ میدان عمل میں آئے۔ اس لئے نہیں کہ قتل وغارت گری کو مزید قتل وغارت گری سے روکے۔ نہیں' قاتلوں کی کلائیاں پکڑنے کے لئے' مقتولوں کی گردنیں آزاد کرانے کے لئے' نوید امن لیکر اور یہ پیغام لیکر کہ توبہ کا باب کھلا ہے اور اللہ کی بارگاہ آج بھی تمہاری منتظر ہے۔ اگر حکمران سمجھ جائے یہ فلسفہ اطاعت اختیار کرلیں تو ماشاء اللہ بہت اچھی بات اور اگر نہ کریں تو یہ ملک کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے کسی نے ان چودہ کروڑ انسانوں کو خریدا نہیں ہے ہری سنگھ کی طرح جس طرح اس نے کشمیر اور اہل کشمیر کو خریدا تھا چودہ کروڑ کی آبادی مسلمانوں کو کسی نے خریدا نہیں ہے۔ کوئی بھی وہ سیاسی جماعت ہو یا سیاستدان ہو وہ فوجی ہو یا غیر فوجی کوئی بھی اس پر غیر اسلامی انداز سے مسلط رہنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس ملک کی حکومت کا سربراہ آئین کی شرائط میں ہے کہ مسلمان ہو گا اور مسلمان پابند ہے اللہ واللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا' مسلمان بے مہار نہیں ہے۔ مسلمان آوارہ مزاج نہیں ہے۔ مسلمان پابند ہے اللہ کی اطاعت کا اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کا تو اب وقت ہے اس سے پہلے کہ دنیا کی طاغوتی طاقتیں پاکستان کے بچے کچھے وسائل پر قابض ہونے کی منصوبہ بندی کرنے میں کامیاب ہو جائیں جو اس ملک کے مختلف حساس علاقوں پر وہ اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنانے کے فکر میں ہیں اس ملک پر اس ملک کے غداروں اور اپنے گماشتوں کو قابض دیکھنا چاہتے ہیں اس کی راہ ہموار کر رہے ہیں اس ملک میں کبھی لسانی فسادات کبھی فرقہ وارانہ فسادات وہی عالمی صیہونی تحریکیں کراتی ہیں دونوں تحریکوں کو اسلحہ سپلائی کرتی ہیں پیسے بھی دیتی ہیں' مشورے بھی دیتی ہیں اگر حالات کو عالم اسباب کی روشنی میں دیکھا جائے تو میرے اور آپ جیسے مسجد میں بیٹھنے والے بے سرمایہ اور بغیر وسائل کے لوگوں کے لئے اس کا توڑ سوچنا بھی ممکن نہیں لیکن اگر اسے ایمان کی نظر سے دیکھا جائے اور اس انداز سے دیکھا جائے کہ جو ہم کرنے جا رہے ہیں وہ ہمارا نہیں وہ اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کا کام ہے۔ ہمارے پاس تو ایک چھوٹی سی جان ہے جسے ہم نے باسٹھ' تریسٹھ برس گناہوں کی

آلودگی کے سوا کچھ نہیں دیا ہم نے جو عمر صرف کی ہے تو ہم نے اپنی اس جان کو جو اللہ کی امانت تھی اسے ہم نے اس کی نافرمانی کے بوجھ سے لادا ہے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اے کاش یہ اسے قبول ہو جائے اور یہ اس کے ارشاد پہ نثار ہو جائے۔ انقلاب آتا ہے آئے' نہیں آتا ہے نہ آئے۔ یعنی ہمارا مقصد کسی کو حاکم بنانا نہیں۔ کسی سے حکومت چھیننا نہیں۔ اپنی جان دینا ہے راہ حق میں اور یہ قانون فطرت ہے جب آپ جان دینے کا فیصلہ کر لیں گے تو حالات وسائل آپ کے سامنے اپنے ہتھیار پھینک دیں گے۔ یہ دنیا ان پر غراتی ہے جو زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ جو مرنے کی تمنا لیکر اٹھتے ہیں ان پر غرانا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ میں آپ کو کسی نئے فساد کی طرف نہیں بلا رہا بلکہ اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی دعوت دے رہا ہوں اور کوئی حکم میں دوں یا کوئی آپ کا صاحب مجاز یا کوئی آپ کی جماعت کا امیر دے اگر وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی کسی دوسرے کو اللہ و اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دینے کا مجاز نہیں ہے اور اسے تسلیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو میرے بھائی اب تھوڑا سا دیواروں سے ہٹ کر بیٹھیے۔ بستروں پر آرام کا وقت گھٹا دیجئے۔ پیٹ کو بھوک کا عادی کیجئے' قلب و نظر کو اللہ کے نام سے آشنا کیجئے اور یہ طے کر لیجئے کہ آپ کو اپنا گھر بسانا ہے' اولاد کو پالنا ہے' اپنے کام کرنے ہیں لیکن یہ سب باتیں ہیں یہ دوسرے درجے کے کام ہیں۔ اولیت اس کو ہے کہ یہ جان عزیز بک جائے' اللہ کے نام پر یہ قربان ہو جائے۔ نفاذ اسلام ہو جس میں نہ صرف آپ کے' میرے بچے' بلکہ بنی آدم کے بچے محفوظ ہوں۔ یہ وطن عزیز بنیاد بنے اسی طرز کی جس طرز پر ریاست مدینہ منورہ کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا تھا عالمی انقلاب کے لئے روئے زمین پر حق و انصاف کو پھیلانے کے لئے یہ چھوٹا سا خطہ زمین پھر انقلاب مصطفیٰ کی نوید بن جائے۔ دین اسلام کے نفاذ کے لئے جو جملہ آپ کہیں گے' جو قدم آپ چلیں گے اس کی قیمت کا اندازہ آپ کو میدان حشر میں ہو گا۔ آنکھیں بند ہونے پر ہو گا برزخ میں پہنچ کر اندازہ ہو گا اس ایک ایک قدم کی اس ایک ایک جملے کی اس ایک ایک پائی کی اللہ کے نزدیک کتنی اہمیت ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دنیا ومافیہا روئے زمین کی ساری ریاستیں' حکومتیں' دولتیں' اقتدار اور جو کچھ دنیا میں ہے اللہ کے نزدیک شہید کے خون کے ایک قطرے سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا' اس سے بہت کم ہے اس کی قیمت' خون شہید کا ایک قطرہ اس سے زیادہ قیمتی ہے تو اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کیجئے جس کے لئے اللہ نے آپ کو نور ایمان عطا فرمایا۔ اپنی عبادات میں خلوص' خشوع و خضوع پیدا کیجئے اپنے اذکار پہ محنت اس لئے کیجئے کہ یہ اذکار دل کو وہ جرات رندانہ دیں گے جو زندگی سے زیادہ موت سے محبت کرتی ہے۔ یہ آپ کو جیت اور فتح کی طلب سے زیادہ شہادت کا طالب بنا دیگی اور یہ وہ جرات رندانہ دے گا کہ دنیا اور افکار دنیا کو جھٹک کر آدمی محض ذاتی سوچ میں نہ الجھا رہے۔ محض اپنے بچوں' اپنے گھر کی فکر میں نہ الجھا رہے بلکہ اس کائنات کو اپنا گھر سمجھے۔ خود کو اللہ کا بندہ سمجھے اور اللہ کی کائنات کو اپنا گھر سمجھے اور اس پورے گھر کی اصلاح کی فکر کرے۔ اللہ کریم ہم سب کے گناہوں سے' لغزشوں سے' کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور اس عظیم کام کی توفیق عطا فرمائے۔

مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وطن عزیز پر انشاء اللہ اسلام نافذ ہو گا اس لئے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ امریکہ ہو یا مغربی دوسری طاقتیں ہوں' سوشلسٹ ہو یا ہندوستان ہو' دنیا کی کوئی طاقت وطن عزیز پر نفاذ اسلام کا راستہ نہیں روک سکتی۔ یہ انشاء اللہ ہو کر رہے گا' بہت جلد ہو گا اور ہونے والا ہے۔ بات صرف اتنی ہے' فکر کی بات اس میں اتنی ہے کہ اللہ ہمیں بھی توفیق دے دے ہم اس قافلے میں شامل رہیں جو نفاذ اسلام کے لئے ہے' اگر خدانخواستہ ہم شامل نہیں ہوں گے تو بھی یہ ہو جائے گا یہ ضروری نہیں کہ ہم ہی کریں گے یا ہمارے ہاتھوں ہو گا۔ یہ منشا باری ہے' یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں میں موجود ہے آج سے چودہ سو سال پہلے کی بات ہے اور یہ ہو کر رہے گا اس کا وقت آ پہنچا اور مزے کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو

اس میں شبہ ہے لیکن اہل مغرب کو نہیں ہے اور وہ اس کی رکاوٹ کی ساری کوششیں کر رہے ہیں کہ کسی طرح اسے روکا جائے۔ یہ ہو رہا ہے مسلمانوں کو یہ یقین نہیں آتا۔ کسی شہری سے بات کریں تو وہ کہتا ہے ناممکن ہے ایسا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب مغرب کے رسائل، اخبار اور آج کا تجزیہ پڑھیں تو وہ کہتے ہیں یہ ہو رہا ہے اسے روکو۔ قدامت پسند آرہے ہیں، بنیاد پرست آرہے ہیں، فنڈامینٹلسٹ آرہے ہیں اسے روکا جائے بلکہ آج کی جانے والی وزیراعظم صاحبہ بھی چلا رہی ہیں کہ بنیاد پرستوں کا راستہ نہیں روکا جا سکے گا اور ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ یہ ملاؤں کا اسلام آرہا ہے اور یہ بڑا کھردرا اور اوکھا ہوگا۔ چونکہ ان کا جو اطلاع کا ذریعہ ہے وہ بھی مغرب ہے ان پر وحی امریکہ سے آتی ہے اور اسے وہ وحی کی طرح ہی مانتے ہیں انہیں وحی الٰہی پہ وہ اعتبار نہیں ہے۔ ارشاد رسول ﷺ پہ وہ اعتبار نہیں ہے جو اعتبار انہیں اہل مغرب کی بات پر ہے اور جب وہ چلاتے ہیں تو یہ بھی چلاتے ہیں اور ایوان سلطنت میں بیٹھے ہوئے ان لوگوں سے ڈر رہے ہیں جو مساجد میں بیٹھے ہیں خالی ہاتھ۔ یہ جس طرح مرنے والا نہیں جانتا کہ موت قریب آگئی ہے لیکن اس کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے ان کے وجودوں پر بھی لرزہ طاری ہو چکا ہے انہیں کرنا اور ہوتا ہے کرتے اور ہیں۔ حکم اور دینا ہوتا ہے اور ان کے قلم سے الفاظ اور نکلتے ہیں۔ اب انہیں بھی وہ دبے پاؤں آنے والی موت ہوش نہیں لینے دے رہی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہم تو ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے دے اور انہی سے دین کا کام لے لے۔

چونکہ ہمارا مقصد کوئی حکومت وسلطنت نہیں، ہمارا مقصد نفاذ دین ہے وہ کوئی کر دے ہم نے تو محترمہ بینظیر سے بھی گذارش کی تھی کہ ہمیں زنانہ بھی منظور ہے تم ہی کر دو۔ بات اسلام کی کرو، دین کی کرو کہیں کوئی انصاف کوئی امن، کوئی حق کوئی عدل کچھ تو کہیں سے شروع تو کرو۔ کہیں سے کوئی بنیاد تو رکھو کوئی تو شروع لیکن شائد یہ ایسے بدنصیب لوگ ہیں کہ ان کا سارا خاندان وقتی اور لمحاتی سیاست پر کٹ مرا۔ دنیا کے چند سکے بانٹنے کے لئے بھائیوں نے بھائیوں کا خون کر دیا۔ بہن کی حکومت میں بھائی کا سینہ پولیس کی گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔ عارضی دنیا کے لئے، وقتی اقتدار کے لئے، چند سکوں کے لئے اور وہ سکے بھی مغرب والے کھا گئے۔ کاش اس سے کئی سو گنا تھوڑی قربانی دین حق کے لئے دے جاتے ان کی عاقبت بھی سنور جاتی، دنیا بھی سنور جاتی۔ لیکن ان لوگوں کے نصیب میں نہیں ہے اللہ کرے موجودہ حکمرانوں کو رب توفیق دے دے۔ آپ کی تو اٹھان ہی اسلام کی بنیاد پر ہے۔ ان کے الیکشن میں بھی یہ نعرے تھے کہ ہم خلافت راشدہ کا نظام لائیں گے اگرچہ اب سود پر سوچ بچار کے لئے دو سال وقت مانگ رہے ہیں عدالت سے۔ کیا عجیب بات ہے یار! کیا مذاق بنا رکھا ہے لوگوں نے اس قادر مطلق کے نظام کے ساتھ جس میں یہ مجبور محض ہیں یہ تندوتیز جھکڑوں میں اڑنے والا ریت کا ایک ذرہ بھی نہیں ہیں۔ پتہ نہیں کیوں کرسی پہ بیٹھیں تو اپنے آپ کو زمانے کا اور عہد کا امیر تصور کر لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ آپ سے پہلے جو بیٹھا تھا وہ کہاں لٹک رہا ہے تو بہرحال میرا موضوع سخن نہ موجودہ حکمران ہیں نہ اگلے بلکہ میرا موضوع سخن اسلام اور غیر اسلامی طاقتیں، اسلام اور غیر اسلامی کردار ہے جو کوئی بھی غیر اسلامی کردار اپنائے ہم اس کی مذمت کریں گے۔ جو بھی اسلام کی خدمت کے لئے اٹھے ہم اس کے خادم ہیں، اس کے سپاہی ہیں، اس کے ساتھ ہیں۔ بہرحال میں نے یہ چھوٹا سا پیغام آپ تک پہنچانا ہے کہ وقت آپہنچا ہے، نفاذ اسلام کا فیصلہ کاتب تقدیر نے کر دیا ہے اور یہ نافذ ہو کر رہے گا۔ اللہ کرے ہم اس کے سپاہیوں میں شامل ہوں ہماری جان ومال، ہماری قوتیں، ہماری استعداد، ہمارا ٹیلینٹ Talent اس راہ میں کام آئے اور اللہ اسے قبول فرمائے۔ آمین۔

### اقوال زریں شیخ المکرم مدظلہ

مقصد صرف جینا نہیں مقصد حق کے ساتھ جینا ہے۔ دراصل باطل سے سمجھوتہ موت ہے۔

ہوں قانون اگر کافر کے مومن کو منظور نہیں
سمجھوتہ ہو ایمانوں پہ یہ کوئی دستور نہیں

# خطاب امیر محمد اکرم اعوان علماء کنونشن اسلام آباد

علماء کرام اور مشائخ عظام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے حکومت نے شریعت بل کے موقعہ پر اسلام آباد میں علماء کنونشن بلایا جس میں چیدہ چیدہ شخصیات نے اپنی تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز کو اخبارات نے بھی حسب روایت کوئی خاص کوریج نہیں دی اور پی ٹی وی نے بھی علمائے کرام کے چہرے اور قدو قامت دکھانے پر اکتفا کیا۔ اور شاید حکومت کا مطمع نظر بھی صرف اہل علم کی Gathering ہی دکھانا تھا۔ اس موقع پر جناب محمد اکرم اعوان امیر تنظیم الاخوان نے بھی خطاب کیا۔ ادارہ بذا نے اپنے وسائل سے اس خطاب کی کاپی حاصل کی جو پیش خدمت ہے۔

حمد وثنا اس ذات بے ہمتا کے لئے جس کی حکومت کو کبھی زوال نہیں' درود اور سلام اس آقائے کریم کے لئے جس کی آمد نے زمانے کو امن اور عدل سے آشنا کیا۔ اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اس کے صحابہ کبار آل اطہار اور ہر اس کلمہ گو پر جو دین حق پر ایمان رکھتا ہے۔

صدر مجلس جناب وزیراعظم پاکستان' لائق صد احترام علماء کرام مشائخ عظام' محترم وزرائے کرام' ارکان اسمبلی' حاضرین محفل اسلام علیکم ورحمتہ اللہ' حضور میں وقت کی قلت کا پورا احساس رکھوں گا اور جس طرح جناب وزیراعظم نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ خدشات بھی بیان کئے جائیں اور تجاویز بھی۔

چند ایک بنیادی خدشات عرض کرنے کی جسارت کروں گا اور دو تین تجاویز' اللہ مجھے بھی ہدایت پر قائم رکھے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور! گزارش یہ ہے' جیسے آج محترم راجہ صاحب نے وضاحت فرمائی' حقیقت ہے۔ بہت جی خوش ہوا لیکن وزرائے کرام کے مختلف بیانات ٹیلی ویژن پر' اخباروں میں جب ہم تک پہنچتے ہیں تو ایک عام آدمی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مثلاً" ہمارے محترم وزیر صاحب کا بیان کہ "یہاں طالبان کی طرح کا اسلام نہیں ہو گا۔ جناب! طالبان اپنے ملک میں ہیں اور ان کا اپنا مسئلہ ہے لیکن جو بات منظر عام پر آئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ افغانستان جہاں عورتیں نہیں بچے اغواء کئے جاتے تھے وہاں لوگ دروازہ بند کر کے نہیں سوتے اور کسی کو کوئی خطرہ نہیں۔ وہ افغانستان جو خون میں نہا گیا تھا وہاں مثالی امن ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ امریکہ جیسی ریاست اپنے کسی ایک شہر میں ایسا امن قائم نہیں کر سکتی۔ کیا وزیر محترم کے (حضور حوصلے سے) ساری عمر نعروں کے لئے آپ کے پاس ہے۔ (حضور بات کرنے دیجئے وقت ضائع نہ کیجئے)۔ بیان سے یہ سمجھیں کہ بدامنی ایسے ہی رہے گی۔ قتل وغارت بھی رہے گی ڈاکے پڑتے رہیں گے۔ ناانصافی ہوتی رہے گی اور اسلام بھی نافذ رہے گا تو یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

دوسری بات ٹیلی ویژن بھی پاکستان کا بھی اور وزارت ہے اور محترم وزیراعظم کے زیر سایہ پروان چڑھ رہا ہے جب سے آپ نے اعلان فرمایا ہے نفاذ اسلام کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں کر رہا۔ آپ کا ٹی وی جو بحث کرتا ہے

(یار حوصلہ تاں کرو)

کوئی تے علم دا ثبوت دیو

پڑھے لکھے لوگوں کی محفل ہے کچھ علم کا ثبوت دیجئے۔

حضرات ٹی وی یہ بحث کر رہا ہے کہ اسلام نافذ ہو گا تو مرد چار چار شادیاں کریں گے۔ میں نے پہلے تین کر رکھی ہیں کیا کسی نے ٹانگ توڑ دی۔ قرآن جو پابندی شادی کرنے پر لگاتا ہے کوئی حکومت نہیں لگا سکتی ہم نے کی ہیں ہمیں خبر ہے یہ کتنا مشکل ہے۔ جب کوئی کر کے دکھائے گا دیکھیں گے لیکن یہ بحث کرنے کی بجائے ٹی وی یہ کیوں نہیں سناتا کہ اسلام کی برکت سے عورتوں کی ناموس محفوظ ہوگی۔ یہ خدشہ تو ظاہر کیا جاتا ہے کہ

عورت کو برقعہ پہنا دیا جائے گا یہ کیوں نہیں بتایا جاتا گینگ ریپ بند ہو جائیں گے۔ ٹی وی یہ کیوں نہیں بتاتا کہ کوئی کسی کی بیٹی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔ کیا قرون اولیٰ کی خواتین نے بزنس نہیں کیا؟ کیا قرون اولیٰ کی خواتین آپ کو میدان کارزار میں نظر نہیں آتیں؟ کیا قرون اولیٰ کی خواتین گھڑسوار نظر نہیں آتیں؟ بہترین تیر انداز اور بہترین شمشیر زن نظر نہیں آتیں؟ تاریخ میں وہی اسلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔ میری عاجزانہ گزارش یہ ہے کہ پاکستان ٹی وی کو ہم سے پہلے محترم وزیراعظم کا ساتھ دینا چاہئے۔

میری گزارش یہ ہے کہ اس ملک کی ستر فیصد آبادی پینے کے صاف پانی کو ترس رہی ہے۔ نوے فیصد وہ لوگ ہیں جو نان شبینہ کے لئے بیزار ہیں۔ آٹھ فیصد طبقہ امراء کا ہے اور بارہ فیصد طبقہ خواص کا ہے۔ اس نوے فیصد کی روزی کی فکر اسلام دیتا ہے یا نہیں؟ اگر دیتا ہے

**تو اسلام کو معاشی نظام سے شروع کیا جائے اور اس غریب تک کھانے کا انتظام پہنچایا جائے جس کے بیٹے بھوکے سو جاتے ہیں جو بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتا جو بیمار ماں باپ کا علاج نہیں کرا سکتا۔ تو اسلام کو معاشی نظام سے شروع فرمایا جائے**

اور اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ

اسلامی نظام تو یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھوکا رہ گیا تو خطاب کا بیٹا پکڑا جائے گا اسلام تو وہ ہے کہ اگر تیرا پڑوسی' (تو نہیں جانتا کون ہے' مومن ہے' یا کافر ہے) بھوکا سویا اور تو پیٹ بھر کر سویا تو اللہ کے نزدیک جوابدہ ہو گا۔

لوگوں کی معاش کی فکر ________ محترم وزیراعظم صاحب! 720 روپے خرچ آیا بجلی کے یونٹس کا اور 4320 روپے بل تھا وہ سارے چارجز تھے غریب آدمی کہاں سے دے گا۔ پہلے واپڈا لکھا کرتا تھا یہ Charge فلاں Charge یہ فلاں چارج اب کے بلوں میں میں نے دیکھا ہے کہ اب وہ یہ تکلف بھی نہیں کرتے وہ لکھتے ہیں Other Charges اللہ اللہ خیر سلا۔ دوکان میں ایک چیز آتی ہے دس روپے کی حکومت کے Tax حکومت کی ضرورت' وہ الگ بات ہے' لیکن جو چار گن مین دوکان کے دروازے پر کھڑے ہیں ان کی تنخواہ کون دیتا ہے؟ وہی Consumer جو دوکان سے خریدنے جاتا ہے۔ اگر عام آدمی حکومت کو بھی ٹیکس دے اور پھر دوکان کی حفاظت پر کھڑی ہوئی پرائیویٹ گارڈ کو بھی ٹیکس دے تو کیا یہ اس کے ساتھ انصاف ہے؟ یہ تو حکومت کی ذمہ داری تھی کہ دوکان کھلی بھی رہتی کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا تو جناب نظام عدل کی طرف سے اسلام لائیے۔ ہمارے ملک کا نظام عدل بہت پرانا' بہت فرسودہ' بہت بیکار اور موم کی ناک ہے۔ چار حرف کسی کو آتے ہوں وہ جدھر سے پکڑ کر اسے جہاں چاہے لے جائے' تو اگر نظام معیشت سے ابتداء نہ ہو تو مجھے خدشہ یہ ہے کہ وہ غریب آدمی جو افلاس کے ہاتھوں تنگ ہے شاید وہ آپ کی میری مدبرانہ تقریروں کو سننا بھی گوارا نہ کرے۔

میری گزارش یہ ہے کہ اس (شریعت بل) کو دفع 239 سے الگ کیا جائے۔ میری تجویز یہ ہے کہ جو سادہ اکثریت ملک پر حکومت قائم کر سکتی ہے وہ ملک کے نظام کو تبدیل کرنے کی بھی اہل ہونی چاہئے۔

جب ملک میں یا اسمبلی میں حکومت بنانا ہوتی ہے جو وہ اکثریت اس کے لئے چاہئے نفاذ اسلام کے لئے ازراہ کرم وہی اکثریت متعین کی جائے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ جناب وزیراعظم اس میں اصل کام وہی ہے جو ساجد نقوی صاحب نے بھی ابھی کہا کہ Directive کون جاری کرے گا۔

کون کہے گا یہ اسلام ہے اور ایسا کرو؟ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ بے شک اسمبلی بحث کرے' بے شک احکامات چیف ایگزیکٹو ہی جاری کرے کوئی پاگل ہو گا جو یہ سوچے کہ چیف ایگزیکٹو کے علاوہ کوئی احکامات جاری کرے گا لیکن ملک کے جید علماء کی ایک کونسل ہونی چاہئے جو آپ کو بتائے کہ یہ اسلام ہے اور اس حکم میں اسلام کا تقاضا یہ ہے۔

تیسری میری گزارش یہ ہے اور آخری بھی کہ

**جب شریعت بل اسمبلی میں پیش کریں تو ازراہ کرم اسمبلی کی بحث ہمیں براہ راست دکھایئے۔ ہم بھی وہ چہرے دیکھ سکیں جو اسلام کے خلاف بات کرتے ہیں**

جب بل پر بحث کی جائے تو ازراہ کرم قومی اسمبلی کی وہ کارروائی براہ راست دکھائی جائے تاکہ ہم شناخت تو کر سکیں کہ ہمارا کون نمائندہ کس طرح کا حق ادا کر رہا ہے اور پھر اسے واپس ہمارے پاس بھی آنا ہو گا۔

جناب وزیر اعظم میں آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ جو یہاں تشریف فرما ہیں یہ ایک ایک بندہ نہیں ہے یہ چودہ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں مجھے آپ کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہے اللہ آپ کو استقامت دے۔ اللہ کا نام لے کر اسلام نافذ کر دیجیے۔ اگر آپ کو خون کے دریا کی ضرورت ہوں گی تو وہ کمی ہم پوری کر دیں گے۔ ہمارے تو گناہ اتنے ہیں کہ اگر ہم شہید نہ ہوئے تو شاید بخشے نہ جائیں۔

**ہماری ضرورت ہے شہادت۔ آپ ہمیں آزما کر دیکھ لیں۔**

اللہ کریم آپ کو ثابت قدم رکھے اور ایک آخری بات نبی ﷺ کی پیش گوئیوں میں موجود ہے اور میرا ایمان ہے کہ "یہ ملک قائم رہے گا اور اس پر اسلام نافذ ہو گا" میں چاہتا ہوں کہ یہ سعادت آپ حاصل کر لیں خدانخواستہ رہ گئے تو اللہ کریم کسی اور کو توفیق دے دے گا اور اسلام انشاء اللہ ضرور نافذ ہو گا۔

**ترتیب و تدوین زرقا الطاف**

## چند باتیں مختصر مگر موثر

- لوگ یتیم اسے کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو لیکن میں یتیم اسے کہتا ہوں جس کے پاس علم نہ ہو۔
- اگر بڑا بننے کی خواہش ہے تو پہلے چھوٹا بنو۔


اویسی ایڈورٹائزر
ہر قسم کے بینرز' بورڈ' نیون سائن
آؤٹ ڈور پبلسٹی کا مکمل اور با اعتماد ادارہ
پروپرائیٹر۔ زاہد ممتاز اویسی
سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کیلئے خاص رعایت
نیشنل ہوٹل بلڈنگ' سرگودھا روڈ فیصل آباد فون نمبر 787594

# اڈیٹر کی ڈاک

## صوفی عبدالرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان

آپ نے اپنی کچھ ذاتی پریشانیوں اور مسائل کا ذکر کیا ہے۔ رسالہ کے چندہ کے سلسلہ میں استفسارات ہیں۔ دعاؤں اور مشورہ کے لئے بھی کہا گیا ہے۔

## محمد مسکین ایبٹ آباد

رسالہ المرشد کی عدم دستیابی کی شکایت کی گئی ہے اور ایبٹ آباد کا مکمل پتہ دیا گیا ہے۔

## صوبیدار محمد نواز۔ بلوچستان

المرشد کو نئی سج دھج دینے پر دعاؤں کے ساتھ دلی مبارک باد "ہم کون لوگ" بہت پسند آیا۔ ضلعی امیر ڈیرہ اسماعیل کے امیر کا نام پتہ بھجوائیں۔ ایک استفساء بھی بھیجا ہے جس کی روشنی میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔

## لیاقت علی رانا۔ ڈیرہ غازی خان

چار سال سے "المرشد" پڑھ رہا ہوں۔ "مشاہدہ سفر" ایک مضمون اصلاحی نقطہ نظر سے بھیج رہا ہوں۔

## ملک عابد منیر۔ عبدالحکیم خانیوال

"آیئے فیصلہ کریں" کے عنوان سے مضمون بھیجا ہے جس میں عبدالحکیم ضلع خانیوال میں حضرت جی کے جلسہ کی تفصیلات درج ہیں۔

## محمد عاشق بھی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

اگست ستمبر کا شمارہ میں نئی تبدیلیاں بہت اچھی لگی ہیں۔ مزید بہتر بنانے کے لئے تجاویز ہیں کہ الاخوان کے ضلعی صدور کے دفاتر بمعہ ٹیلی فون نمبر' ذکر کے مقامات اور امیر ضلع کے نام شائع کریں۔ یا ڈائری شائع کروائیں جس میں یہ ساری معلومات ہوں۔

## ایس ایم نعیم فاروقی' کراچی

"المرشد" ہر ماہ اپنی نئی آب و تاب کے ساتھ ہم تک مقررہ وقت پر پہنچ جاتا ہے۔ تجویز ہے کہ ہر اشاعت میں حضرت جی مولانا اللہ یار خانؒ کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ شائع کرتے رہیں۔ نیز ماہ رمضان کے نفل' وظائف اور عبادات' طاق راتوں کی عبادات اور شب قدر کے بارے میں ایک مفصل مضمون دسمبر 1998ء کے شمارہ میں ضرور دیں تاکہ ہم اچھی طرح سے رمضان المبارک سے مستفید ہو سکیں۔

انشاء اللہ۔ آپ کی تجاویز پر عمل کی پوری کوشش کریں گے۔

مدیر المرشد

حاجی محمد اسلم

## دعائے مغفرت

حاجی تاج محمد 18 مئی 98ء بروز جمعرات رضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں ساتھیوں سے درخواست ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔

اس پاس

جنوبی وزیرستان

# دارالعلوم دیوبند

یہ ایک بڑی کرم نوازی ہے اللہ کی کہ وہ کسی کو دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کی توفیق دے۔ دارالعلوم دیوبند بھی ایسی ہی توفیق یافتہ شخصیتوں کا قائم کردہ ادارہ ہے جس کی ابتدا 1918ء میں دو شخصیات نے کی جسے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے تفصیل سے لکھا ہے۔

**تحریر۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ**

15 محرم 1283ھ بمطابق 30 مئی 1817ء کو نہایت سادگی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی عظیم دینی درس گاہ کا آغاز کیا گیا اس درس گاہ کے بانیوں کا مقصد چونکہ دین کی پر خلوص خدمت تھی اس لئے اس کے قیام کے لئے نہ اخبار واشتہار کا اہتمام ہوا نہ اس مقصد کے لئے کوئی باضابطہ بورڈ قائم کیا گیا۔ نہ شہرت اور نام ونمود کے دوسرے طریقے اختیار کئے گئے بس اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے دیوبند کے چھوٹے سے قصبہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ کی مسجد کہتے تھے ایک انار کے درخت کے نیچے آب حیات کا یہ چشمہ جاری کر دیا' اس عظیم الشان تعلیمی منصوبے کو عملاً" شروع کرنے والے صرف دو افراد تھے۔ ایک استاد ایک شاگرد دونوں کا نام محمود تھا' استاد حضرت ملا محمود دیوبندیؒ تھے جنہیں مدرس کی حیثیت میں میرٹھ سے بلایا گیا تھا اور شاگرد دیوبند کے ایک نوجوان محمود الحسن تھے جو بعد میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے نام سے معروف ہوئے اور جنہوں نے اپنی ریشمی رومال کی تحریک کے ذریعہ انگریزی حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال دیا۔

دارالعلوم کی ابتداء ایک انار کے درخت کے سایہ میں ہوئی تھی کسے معلوم تھا کہ یہ دو افراد جو اتنی مسکنت اور گمنامی کے ساتھ یہاں ایک چشمہ فیض جاری کر رہے ہیں بالآخر برصغیر کی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیں گے لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اسی سادہ سی درسگاہوں سے علم وفضل کے ایسے ایسے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا۔ درسگاہیں دنیا میں بہت سی قائم ہوئی ہیں' دینی درس گاہوں کا بھی کسی دور میں فقدان نہیں ہوا لیکن اللہ نے دارالعلوم دیوبند کو جو فضیلت اور جو امتیاز بخشا وہ بہت کم علمی اداروں کے حصے میں آتا ہے۔ یہاں مجھے مختصراً" اسی امتیاز کو واضح کرنا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض ایک درس گاہ کا نہیں ایک خاص نظریہ اور ایک خاص طرز عمل کا نام ہے اس درس گاہ کی بنیاد ہی چونکہ اس لئے رکھی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ اسلام اور اسلامی علوم کو اپنی صحیح شکل وصورت میں محفوظ رکھا جائے اس لئے اس کا مسلک یہ رہا ہے۔ کہ دین صرف کتابی حروف ونقوش کا نام ہے اور نہ دین محض کتابوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اللہ نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کرے۔ چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ دنیا میں رسول بھیجے گئے مگر کتاب نہیں آئی لیکن ایسی مثال کوئی ایک بھی نہیں ہے کہ صرف کتاب بھیج دی گئی ہو اور اس کے ساتھ رسول کوئی نہ آیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بتلاتی ہے کہ دین کو سمجھنے سمجھانے اور پھیلانے پہنچانے کا راستہ صرف کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ اشخاص بھی ہیں جو کتاب کا عملی پیکر بن کر اس کی تفسیر وتشریح کرتے ہیں لہٰذا دین کو سمجھنے کے لئے۔ کتاب اللہ اور رجال اللہ' لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

چنانچہ قرآن کریم کو آنحضرت ﷺ کی تفسیر وتشریح کی

روشنی میں اور سنت رسول اللہ ﷺ کو صحابہ و تابعین اور دوسرے بزرگان دین کے متواتر عمل کی روشنی میں ہی ٹھیک سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے بغیر دین کی تعبیر و تشریح کی ہر کوشش گمراہی کی طرف جاتی ہے۔

ہاں دین کے ان سرچشموں میں مراتب کا فرق ضرور ہے جو مقام اللہ تعالیٰ کا ہے وہ کسی نبی کو حاصل نہیں ہو سکتا' جو مرتبہ ایک نبی کا ہے وہ کسی صحابی کو نہیں مل سکتا اور جو درجہ ایک صحابی کو حاصل ہے کوئی بڑے سے بڑا ولی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بس فرق مراتب کے ساتھ دین کے ان سرچشموں میں سے ہر ایک کے حقوق حدود کی رعایت دارالعلوم دیوبند کا وہ خصوصی مزاج ہے جس نے اسے دوسرے اداروں سے امتیاز عطا کیا ہے اور جس کی بنا پر اس کا مسلک مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ایک ایسی راہ اعتدال کی حیثیت رکھتا ہے جو افراط و تفریط سے بچتی ہوئی کتاب و سنت تک پہنچتی ہے۔

اور جب دارالعلوم دیوبند کا اساسی نظریہ یہ ٹھہرا کہ دین کتاب اللہ اور رجال اللہ کے مجموعہ کا نام ہے تو یہیں سے اس کا ایک دوسرا عملی امتیاز ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دارالعلوم اپنے عہد شباب میں محض ایک علمی درس گاہ نہیں تھی جس میں طلباء کو صرف کتابوں کے حروف و نقوش اور صرف علم کا ظاہری خول دیا جاتا ہو بلکہ یہ ساتھ ساتھ ایک عملی تربیت گاہ بھی تھی' جہاں علم کے ظاہری بدن میں عمل صالح اور اخلاق فاضلہ کی روح بھری جاتی تھی یہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والے صرف ظاہری علوم ہی سے آراستہ نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ عملی اعتبار سے بھی سچے اور پکے مسلمان ہوتے تھے جن کی ہر ہر نقل و حرکت اسلام کی نمائندگی کرتی تھی۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یاسین صاحب ؒ دارالعلام کے قرن اول کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے جب اس کے ایک چپراسی سے لے کر صدر مدرس اور مہتمم تک ہر ہر شخص ولی کامل تھا۔ دن کے وقت یہاں علوم و فنون کے چرچے ہوتے اور رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن سے گونجتا تھا۔ چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم دیوبند سے تیار ہوئیں انہوں نے عبادات' معاملات' اخلاق' معاشرت' سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کئے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے' ان میں سے ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا' وہ جہاں بیٹھ گیا ایک جہاں کو سچا مسلمان بنا کر اٹھا۔ علم اگر روح عمل سے خالی ہو تو عموماً" انسان میں خود پسندی اور پندار پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کا علم چونکہ روکھا پھیکا علم نہ تھا' بلکہ اس میں اخلاق و عمل اور عشق و محبت کا سوزو ساز بھی شامل تھا۔ اس لئے اس کی تیسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس کا پورا ماحول تواضع اور سادگی اور بے تکلفی کا ماحول تھا وہاں ہر شخص علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت اور تواضع کا پیکر تھا اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار استغناء اور خودداری کے حامل تھے اور دوسری طرف فروتنی' خاکساری اور ایثار و زہد کے جذبات سے معمور۔

دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہر علم و فن سے یکتائے روزگار تھے' ان کی تصانیف آج بھی ان کے علوم کی شاہد ہیں لیکن سادگی کا عالم یہ تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے دو سے زائد جوڑے جمع نہیں ہوئے دیکھنے والا پتہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ وہ وہی مولانا محمد قاسمؒ ہیں جنہوں نے مسلمانوں ہی سے نہیں غیر مسلموں اور مخالفوں سے بھی اپنے علم و فضل کا لوہا منوایا ہے۔ حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ دارالعلوم کے قرن اول کے اساتذہ میں سے تھے اور فلسفہ ریاضی' ہیئت اور دیگر عقلی علوم میں اس وقت ان کا کوئی ثانی نہیں تھا' انہوں نے ساری عمر دیوبند کے قصبہ میں گذاری اور اس حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ دیوبند میں ان کی ذاتی جائیداد تو کجا رہنے کا مکان بھی اپنا نہیں تھا۔ تعظیمی القاب کے تکلفات تو بہت بعد میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن صاحبؒ جو دارالعلوم کے پہلے طالب علم تھے اور بعد میں علم و سیاست دونوں میدانوں میں عالمگیر شہرت حاصل کی جب وہ دارالعلوم کے صدر مدرس ہوئے تو انہیں صرف "بڑے مولوی صاحب" کہا جاتا تھا۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دارالعلوم کے مفتی اعظم تھے

لیکن مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ محلے کی بیواؤں' یتیموں اور بیکس افراد کا سودا سلف خود اپنے ہاتھوں سے لا کر انہیں پہنچایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ (جو حضرت میاں صاحب کے نام سے معروف ہیں) حدیث کے اونچے درجے کے اساتذہ میں سے تھے لیکن آخر عمر تک ایک کچے مکان میں مقیم رہے اور صرف اس لئے پختہ مکان نہیں بنوایا کہ محلہ غریبوں کا تھا اور جب تک سب کے مکان پختہ نہ بن جائیں اپنا مکان پکا کرانے کو دل نہیں مانتا تھا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ جنہیں آج دنیا اس صدی کے عظیم رہنما کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنہوں نے ایک ہزار سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں ایک امیر گھرانہ کے چشم وچراغ تھے' لیکن دارالعلوم میں طالب علمی کی زندگی اس طرح بسر کی کہ مدرسہ کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں رہتے اور طالب علمی ہی کے زمانے میں اوقات کے نظم وضبط کا عالم یہ تھا کہ ان کی مصروفیات کو دیکھ کر وقت معلوم کیا جا سکتا تھا' زمانہ امتحان کا ہو یا عام تعلیم کا ہمیشہ عشاء کے بعد سو جاتے اور آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔ اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اس علمی ادارے کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلک اعتدال کی طرف دعوت اور دوسروں پر تنقید کے سلسلے میں پیغمبرانہ اسلوب تبلیغ اختیار کیا جس میں مخالف کو زیر کرنے کے بجائے اس کی دینی خیر خواہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے' دارالعلوم دیوبند نے حق کے معاملے میں مداہنت کو کبھی گوارا نہیں کیا اور جس بات کو حق سمجھا اس کا برملا اظہار بھی کیا لیکن اس اظہار میں حکمت اور نرمی کا پہلو ہمیشہ مد نظر رکھا گیا۔

دارالعلوم دیوبند کا اصل مقصد چونکہ دین کی حفاظت تھا اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہ ہو سکتا تھا جب تک ایک جماعت دوسرے ہر کام کو چھوڑ کر صرف اسی کی نہ ہو رہے اس لئے انہوں نے دنیوی مناصب اور عہدوں سے قطع نظر کرکے اور خود پیٹ پر پتھر باندھ کر اس خدمت کو انجام دیا' لیکن عام مسلمانوں کی مادی ترقی کی فکر انہیں ہمیشہ دامن گیر رہی اور انہوں نے ہر اس پر خلوص تحریک کے ساتھ مقدور بھر تعاون کیا جو دین کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور مادی ترقی کا مقصد لے کر آگے بڑھی' ہاں جس جگہ مادی ترقی کے شوق میں انہیں دین پامال ہوتا نظر آیا وہاں وہ دین کی حفاظت کے لئے سد سکندر بن گئے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دو سال تک انگریز اور ہندو کی دوہری چکی میں پسنے کے باوجود اللہ کے فضل وکرم سے آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے۔ برصغیر میں دین کو سمجھانے والے اس کی دعوت دینے والے اور اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والے موجود ہیں اور عام مسلمان بھی مغربی افکار کے بے پناہ سیلاب کے باوجود نظری طور پر آج بھی مسلمان ہیں اور اسلام پر فخر کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند نے جتنی عظیم شخصیتیں پیدا کیں اتنی شخصیتیں کم ہی کسی علمی درسگاہ کے حصے میں آتی ہیں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ' حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ' حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور نہ جانے علم وعمل کے کیسے کیسے آفتاب وماہتاب اس درس گاہ سے پیدا ہوئے۔ جن میں سے ہر شخص ایک مستقل جماعت کی حیثیت رکھتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند اور درحقیقت انہی شخصیتوں اور اسی طرز فکر اور طرز عمل کا نام ہے جس کی مختصر تشریح اوپر پیش کی گئی۔

میں نے اپنی آنکھ دارالعلوم دیوبند ہی کے پرنور صحن میں کھولی اور ترپن سال اس مادر علمی کی آغوش میں گزارے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے انوار وفیوض کا ہر شعبہ ایک ضخیم تصنیف چاہتا ہے اور آج جب کوئی شخص مجھ سے یہ پوچھتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کس چیز کا نام ہے؟ اور اس کے امتیازی خصائص کیا ہیں؟ تو میں اس شعر کے سوا ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دے پاتا کہ

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد؟

# تھوڑا تھوڑا بہت

سید اعزاز شاہ فیصل آباد

یہ ایک عام سا محاورہ ہے لیکن اس میں ایک بڑی بات چھپی ہوئی ہے ذرا قیاس کریں' وقت لمحہ لمحہ کر کے کتنی صدیاں گزار چکا ہے۔ پانی کے بخارات کی کیا حیثیت ہے مگر ایک جگہ جمع ہو کر موسلادھار بارش کا روپ دھار لیتے ہیں۔ قرب وجوار میں نظر دوڑائیں' ریت اور مٹی کے ذرات کو جمع کر کے کتنی کتنی بلند عمارتیں کھڑی کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح نیکیاں ہیں' برائیاں ہیں جنہیں ہم غیر اہم یا چھوٹی چھوٹی سمجھ کر کیے جا رہے ہیں مگر ان کے بھی انبار لگتے جا رہے ہیں۔

ذرا سوچیں تھوڑا تھوڑا کتنا "بہت" ہوتا جا رہا ہے۔ ہماری زندگی بھی لمحہ لمحہ کر کے کتنے سال گزار چکی ہے پتہ نہیں آخری لمحہ کب آجائے۔

میری آپ سے استدعا ہے کہ کسی نیکی کو چھوٹی یا حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ دیں خواہ راہ گزر پر سے پتھر کا ایک ٹکڑا ہی ہٹانا ہو۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں' سلام میں پہل کرنا' خوش اخلاق سے پیش آنا' پڑوسیوں کو کھانے میں سے کچھ نہ کچھ بھیجتے رہنا' گھروں کے آگے تھڑے بنا کر راستہ کا حق پامال نہ کرنا' کسی کی چغلی نہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے رہنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب بنتی ہیں اور بڑی نیکیوں کی راہ بھی ہموار کرتی ہیں اور معاشرتی زندگی میں اس کے بڑے مثبت نتائج سامنے آتے ہیں بات صرف عمل کی ہے۔ بات صرف سوچ کی ہے۔

مکان برائے فروخت
اوایسیہ سوسائٹی لاہور میں مالک کی اپنی زیر نگرانی ایک کنال میں تعمیر شدہ
کوٹھی رقبہ تعمیر تقریباً 3400 مربع فٹ تین بیڈروم تقریباً مکمل
برائے رابطہ۔ آفتاب اقبال احمد 136- اوایسیہ سوسائٹی لاہور فون۔ 5182080

# اجتماعی کوشش

یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ شمع جلے اور پروانے اس سے دور رہیں اور جب حق کی شمع روشن ہو تو رقص بسمل بھی دیدنی ہوگا۔ ایسے میں جذبوں کو زبان بھی ملے گی۔ طوفان بھی اٹھیں گے اور یہی اندر کے طوفان باطل سے ٹکرائیں گے تو روشنی ہوگی۔ بہت سے فرزانے ہمیں خط لکھتے رہتے ہیں۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ جگہ کی تنگی کے پیش نظر سب کو شائع نہیں کر سکتے۔ ان کے جذبات کا' احساسات کا اور دین پر نچھاور ہونے کا صلہ اللہ تعالیٰ ہی دیں گے۔ ہم ان میں سے کوئی نہ کوئی خط / مضمون شائع کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کرے شوق جنوں اور زیادہ۔

ایک بہت بڑے صحرا کے بیچ کھڑی میں آسمان کو گھور گھور کر دیکھ رہی ہوں اور اپنی اس محرومی کو حیرانگی سے سوچ کر پریشانی کے سمندر میں ڈوبی ہوں۔ اک امید و یاس کا موجزن سمندر جو اپنی بے قرار لہروں کو کناروں سے باہر جانے کی اجازت تو دیتا ہے مگر اک حد تک' میرا حال بھی اس وقت ان موجوں کی طرح ہے جو اپنے سمندر میں ٹھاٹھیں تو مار رہی ہیں مگر اپنے صحیح راستوں کو کھو چکی ہیں۔ اک جذبہ اس دل کے اندر ایسا بھی کارفرما ہے کہ اے میرے پیارے رب! میری اس بے حقیقت اور ناکام زندگی کو بامقصد اور کامیاب زندگی میں بدل دے' تو کارساز ہے رب کریم جل جلالہ' تیرے خزانے نعمتوں سے بھرے پڑے ہیں ہمیں راہ عمل عنایت کر دے ایسا صراط مستقیم جس پر چل کر ہم لوگ اپنی زندگیوں کو سنوار لیں۔ ان سوچوں کو کہاں چھوڑ آؤں جو اب پابہ زنجیر بن چکی ہیں' اس مٹی کو سونا بننے پر مجبور کر رہی ہیں۔

میں کیا تھی اور اب کیا بن چکی ہوں وہ قلب جس کو ذکر الٰہی کی بدولت نور میسر ہو چکا ہے اس کی آواز اب کوئی ذی روح دبا نہیں سکتا۔ اس آواز کو اب ایک مرکز مل چکا ہے جس کی گونج انشاء اللہ ایک دن ایسا تلاطم پیدا کرے گی کہ اس طوفان میں برائی کے تمام اندھیرے ڈوب کر حیات نو کا پیغام بن جائیں گے۔

کاش ہم لوگ ان سنگین حالات میں زمانے کی کسمپرسی سے بچتے ہوئے اک راہ عمل کا تعین کریں اور اس وقت کے ظالم ناخداؤں کو سمجھا سکیں کہ اٹھو اب وقت ضائع کرنے کا نہیں کانوں اور آنکھوں کو کھول کر چلنا ہے اک زہر جو ہر رگ میں پھیل چکا ہے وہ بے حسی کا ناگ جو پھن پھیلائے کھڑا ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے اس ناگ کو مار ڈالیں۔ آؤ آج عہد کریں اور سوچیں اس وطن سے جو ہم نے وعدہ کیا تھا کیا ہم اس عہد کو نبھا رہے ہیں؟

آج وطن عزیز کو چاروں اطراف سے دشمن نے گھیرے میں لے رکھا ہے اور وہ اس تاک میں گھات لگائے بیٹھا ہے کہ کب ہم کوئی ایسی غلطی کریں جس سے دشمن کے خدانخواستہ ناپاک ارادے پورے ہو سکیں۔

آج ہم مل کر ان تمام غلط اقدامات کو روند ڈالیں جن سے وطن عزیز کی سلامتی خطرے میں گر سکتی ہے ہم سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر باطل کے سامنے ڈٹ جائیں اس طرح کہ سیسہ پلائی دیوار کو کبھی کوئی توڑ نہ سکے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی مشکلات کو پس پشت ڈال دیں اور اپنے مجاہدوں کے ساتھ قدم ملا کر چلیں اور دشمن کو دکھا دیں کہ جذبہ ایمانی ہمارے دلوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ اب بھی جلوہ افروز ہے۔

کاش کوئی ہمارے ذہین اور نوجوان نسل کے باہمت لوگوں کو سمجھا سکے کہ وقت اب عیش و مستی میں ڈوبنے کا نہیں بلکہ ملک کے لئے بے لوث خدمات سرانجام دینے کا ہے۔ اندرونی طور پر کمزور ہوتے ملک کی طاقت کو اجاگر کرنے کا ہے اور ہر باشعور نوجوان کو وہ ماحول میسر آجائے جس کا تقاضا ہمارے پیارے نبیؐ نے آج سے چودہ سو سال پہلے کیا تھا۔ کیا ہم آج اس ماحول میں رہ

رہے ہیں ہرگز نہیں وہ تو ہم کوسوں میل پیچھے چھوڑ آئے اور بھلا چکے ان روایات کو، جن کا تذکرہ قرآن پاک میں بارہا ہو چکا ہے "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور باہم تفرقہ نہ ڈالو"۔

ہم لوگ اپنی جان مال سے، مضبوط ذہنی قوت سے، اللہ کے فضل وکرم کے ساتھ بے شمار خدمات سرانجام دے سکتے ہیں جس سے ملک کو تباہی سے بچایا جا سکتا ہے مگر حالات ایسی کروٹ لے چکے ہیں کہ ذرا سی غلطی بھی بہت بڑے نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وقت کا اہم تقاضا یہی ہے کہ اپنی تمام پریشانیوں کو پس پشت ڈال کر اور اپنی ذات کو بھول کر ملکی سطح تک اپنی سوچ کو وسعت دیں۔ اس وقت حضرت مولانا محمد اکرم اعوان جیسی شفیق ہستی ہمارے درمیاں موجود ہے اور ہمیں ان کی سرپرستی حاصل ہے تو خوش قسمت ترین ہیں ہم لوگ جو ان کے زیر سایہ مصروف عمل ہیں۔ آج ان کی حسین محبت میں رہنے والے لوگ مٹی سے سونا بن چکے ہیں۔

ایک سوچ صرف اکیلی تنہا سوچ نے کیا کچھ نہ کیا ہمارے لئے، حضرت صاحب نے نہ صرف اپنی دولت بلکہ دن رات اللہ کے اس بتائے ہوئے راستے پر نچھاور کر دیئے ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے اور عین عبادت ہے۔ کیا ہم ان کے اس کام میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں؟ آج ہم میں سے ہر کوئی اپنے دکھ درد کا مداوا انہی سے کروانے آتا ہے۔ ان کا اپنا دن ہے اور نہ رات، نہ سونا نہ جاگنا، سب اللہ اور اس کے بندوں کے لئے ہے۔ آج وہ اور ان کی جماعت ایک طاقت بن کر ابھر چکی ہے۔ حضرت صاحب راستے میں حائل مشکلات کا تذکرہ پسند نہیں فرماتے اور تمام بوجھ تنہا رضائے الٰہی کے لئے اپنے کندھوں پر لیتے ہیں تو آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان کے طویل سفر میں شامل ہو کر ان کے کندھوں کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیں اور اپنی تمام دولت، جان ومال اللہ کی راہ پر نچھاور کر دیں ہاتھ میں ہاتھ ڈالیں اور آگے بڑھیں۔

ایک وسیع نظام جو اللہ کے فضل سے تمام دنیا میں پھیل چکا ہے الاخوان کے مراکز ملک کے ہر شہر میں کھل چکے ہیں اس وسیع وعریض نظام کو چلانے کے لئے حضرت جی دن رات تگ ودو میں مصروف ہیں تو کیوں نہ ہم بھی الاخوان کو اپنی دولت اور محنت سے مزید مضبوط کریں اور جہاد میں قدم سے قدم ملا کر چلیں اور نفاذ اسلام جو کہ اب ہمارے ملک کا مقدر ہے، حضرت جی کے اس حسین خواب کو تعبیر کی شکل دینے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔ اپنی عبادات اور ذکر الٰہی کو مزید تندہی سے جاری وساری رکھتے ہوئے اپنے مال کو کھلے دل اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ حضرت صاحب کے قدموں میں اپنی تمام تر کوششوں اور محبتوں کو نچھاور کرنے سے دریغ نہ کریں تاکہ رب کریم کی مدد سے نفاذ اسلام جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچے۔

کامیابیاں ہمارے قدم چومیں گی اور وہ دن دور نہیں جب نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے ہر کونے میں اسلام کا بول بالا ہو گا اور مسلمان قوم دنیا کے نقشے پر سپرپاور کی حیثیت سے ابھرے گی انشاء اللہ۔

**مسز فرخ شاہد**

## احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

○ غصہ کرنا شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ جس وقت تم میں سے کسی کو غصہ آئے چاہئے کہ وضو کر لے۔ (ابوداؤد)۔

○ شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے (مسلم)۔

○ جو شخص نجومی کے پاس آیا اور اس سے کوئی سوال پوچھا اس کی چالیس دن رات کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔ (مسلم)

○ آپس میں اللہ کی لعنت اور اللہ کا غضب ایک دوسرے پر نہ ڈالا کرو اور نہ اس طرح کہا کرو کہ تو جہنم میں جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

# حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کے حوالہ سے
# مولانا عبدالحق جوہر آبادی کی یادداشتیں

تحریر۔ ڈاکٹر محمد حامد

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی بار میری ملاقات 49ء میں چونترہ (داخل کھنڈہ ضلع اٹک) میں ہوئی۔ یہ میرا آبائی گاؤں ہے۔ یہاں آپ کو مناظرہ کے لئے بلایا گیا تھا۔ آپ سے یہ اولین تعارف تھا۔ ان دنوں شیعوں نے مناظرے کا سلسلہ گرم کر رکھا تھا۔ یہاں مشہور شیعہ مناظر اسماعیل کو بلایا گیا تھا لیکن جب اسے حضرتؒ کا پتہ چلا تو اس نے آنے سے انکار کر دیا۔ وہاں کے شیعہ بڑے منہ زور تھے۔ وہاں جلسہ ہوا جس میں حضرتؒ نے صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک تین گھنٹے تقریر فرمائی۔ ان کے علاوہ مقررین قاضی شمس الدین صاحب (گوجرانوالہ) اور مولانا عبدالحیٔ صاحب (بھوئی گاڑ) تھے۔ حضرت نے وہاں دو روز قیام فرمایا۔ تمام علاقے کے لوگ وہاں اکٹھے ہوئے تھے۔ شیعوں کی بڑی بدنامی ہوئی کہ وہ سرے سے آئے ہی نہیں چنانچہ اس علاقے سے شیعیت کی جڑ ختم ہو گئی۔

ایک عرصہ کے بعد جوہر آباد پہنچا تو وہاں قاضی منظور الحق صاحب سے ملاقات ہوئی جو وہاں ٹیچر تھے۔ وہ پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب کے عزیز تھے۔ وہ ایک بار پھر حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے تعارف کا سبب بنے۔ وہ سلسلہ کے ساتھ وابستہ تھے اور چاہتے تھے کہ میں بھی اس میں داخل ہو جاؤں۔ ان دنوں میں درس پڑھایا کرتا تھا میرے پاس پندرہ بیس طالب علم تھے اور اعتکاف میں 70-80 افراد بیٹھا کرتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر میں حلقے میں آجاؤں تو اچھا ہو۔ اسی زمانے میں نور پور سیٹھی کا ایک شخص میرے پاس آیا اس نے عجب بات بتائی کہ جو شخص مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ کے پاس چلا جائے اس سے تہجد قضا نہیں ہوتی۔ میں نے سوچا کہ ایسی ہستی کے پاس جایا جائے کیونکہ مجھ سے تہجد قضا ہو جایا کرتی تھی۔

59ء کی بات ہے کہ میں چکوال میں حضرتؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ مولانا سلیمان صاحب کی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسجد میں دلائل السلوک پر نظرثانی ہو رہی تھی۔ حافظ عبدالرزاق صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے اور قاضی منظور الحق صاحب بھی تھے انہوں نے حضرتؒ سے تعارف کروایا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چونترہ میں انہیں دیکھا ہے۔ اس موقع پر حاضرین مجلس میں قاضی غلام علی صاحب (لِلّٰہی) پروفیسر غازی احمد صاحب (بوکھال کلاں) اور بنیاد شاہ صاحب بھی تھے۔ تھوڑے سے لوگ تھے۔ حافظ صاحب کتاب سناتے رہے میں بھی سنتا رہا۔ نماز عصر پڑھی۔ آپ نے مولانا سلیمان صاحب کو کہا کہ ذکر کے وقت مجھے ان کے ساتھ بٹھا دیا جائے۔ حضرت نے مجھے خوب توجہ دی لیکن مجھے کچھ سمجھ نہ آیا۔ معمول ہوا۔ مجھے سات لطائف سمجھائے پھر سحری میں بھی معمول کروایا۔ صبح میں نے مسجد میں قرآن پاک کا درس دیا۔ اور حضرتؒ کی پس خوردہ چائے پی بعد میں ہم موہڑہ کورچشم پیدل گئے جو بابا قادر بخش صاحب کا گاؤں بھی اور مولانا اکرام الحق بھی وہیں رہتے تھے جن کے والد حضرتؒ کے استاد تھے۔ ہم وہاں بابا قادر بخش کے گھر رہے۔ وہاں بھی حضرتؒ نے پاس بٹھایا اور صبح بھی معمول میں توجہ دی۔ جب ہم چکوال چلنے لگے تو حضرت نے مجھے ہمراہ لے لیا۔ آپ بہت تیز چلتے تھے۔ حضرت نے مجھ سے پروگرام کا پوچھا میں نے عرض کی کہ طلبہ کے وقت کا زیاں ہو گا اس لئے میں اجازت لے کر واپس جوہر آباد نہ آسکوں گا۔ حضرت نے بعد میں خط لکھا کہ چکڑالہ آؤ۔ میں نے جواب دیا کہ میں فارغ نہیں ہوں، مجھے فقیری کی ضرورت نہیں، مجھے معاف کر دیں میں نہ آسکوں گا۔ مہینہ بعد پھر خط آیا اس خط کے آنے پر میرے اندر حضرتؒ کے لئے چاہت محسوس ہونے لگی لیکن پھر بھی میں نے لکھا کہ میں مصروفیت کی وجہ سے نہ آسکوں

گا۔ حضرتؒ نے اس کے بعد بھی کئی بار لکھا۔ مجھے خیال تو آیا کہ اتنی بڑی ہستی بلا رہی ہے لیکن طلبہ کے حرج ہونے کے خیال سے حاضر نہ ہوا۔ اب حضرتؒ نے لنگر مخدوم جاتے ہوئے خوشاب آنے کے لئے کہا۔ میں نے اس موقع پر علاقے کے تمام علماء کو دعوت دی کہ وہ زیارت کے لئے آئیں۔ حضرتؒ جی چکوال سے تشریف لائے ان کے ہمراہ قاضی غلام علی صاحب' بابا رمضان' حافظ عبدالرزاق صاحب اور کئی اور ساتھی تھے۔ یہ 60ء کا واقعہ ہے میں نے تمام علماء کو قطار میں کھڑا کر دیا وہ باری باری ملتے رہے۔ حضرت بس میں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ ساتھ لنگر مخدوم جاؤ گے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ میں چلوں گا۔ حضرتؒ نے ساتھ بٹھا لیا اور سرگودھا تک توجہ فرماتے رہے۔ آپ نے جو بے پناہ شفقت دی تو اب میرے اندر تبدیلی پیدا ہوئی۔ بے باکی کی جگہ احترام پیدا ہو گیا۔

لنگر مخدوم پہلی بار حاضر ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اندر حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جاؤ۔ ہم قبر مبارک کے سامنے بیٹھ گئے ہمراہ بنیاد صاحب' شیخ محمد صدیق صاحب اور مولانا فضل حسین صاحب تھے۔ عصر کے بعد اور پھر مغرب کے بعد بھی اندر لے گئے۔ ہم اندر بیٹھے ذکر کر رہے تھے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ ذکر کروا رہے تھے اور چوتھا لطیفہ جاری تھا کہ اچانک ذکر رک گیا۔ حضرتؒ جلال میں آگئے۔ ہوا یوں کہ حکیم بشیر لنگر مخدوم گاؤں کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے تازہ دال روٹی لے کر آیا تھا۔ حضرتؒ نے تمام ساتھیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ اپنے ساتھ سوکھے ٹکڑے وغیرہ لے آئیں اور یہاں وہی کھائیں تاکہ اوقات کا حرج نہ ہو اور تمام تر وقت مجاہدے میں گزرے۔ حضرتؒ کو میں نے کبھی اس سے پہلے اور نہ اس سے بعد ایسے غصے کی حالت میں دیکھا۔ آپ نے کہا کہ یہاں میں روٹیاں کھلانے کے لئے نہیں آیا نہ ہی لوگوں سے ملنے ملانے آیا ہوں۔ میں آپ لوگوں کو مجاہدے کے لئے ساتھ لے کر آیا ہوں اور آپ نے یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ سحری میں معمول ہوا۔ یہاں حکیم خدا بخش (بھاگٹانوالہ) سے بھی ملاقات ہوئی۔ لنگر مخدوم میں مولانا عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب ہو کر بابا رمضان باہر سے آنے والوں کی ملاقات کروا رہے تھے جو میرے لئے بڑا عجیب وغریب واقعہ تھا۔ میں نے جی میں سوچا کہ یہ عجب بچہ جمورے والا تماشا ہے عامل معمول والا معاملہ ہے۔ کہا تو کچھ نہیں لیکن سوچا کہ برے پھنسے۔ جس ماحول سے میرا تعلق تھا اس میں ایسی کوئی بات نہ تھی اس لئے یہ سب کچھ دل کو نہ لگا۔

اگلی صبح چنگڑانوالا قبرستان گئے وہاں ایک بزرگ کے مزار پر حاضری ہوئی۔ بابا رمضان کو بلایا گیا جنہوں نے کہا کہ حضرت تو علیین میں ہیں میں نے سوچا کہ یہ بھی کوئی محلہ وغیرہ بنا رکھا ہے کہ وہاں گئے ہوئے ہیں۔ میں سب کے ساتھ بیٹھا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ہم سب واپس آگئے لیکن میں اب کچھ بدل سا ہو چلا تھا۔ واپس آنے کے بعد بھی بارہا حضرتؒ کے پیغامات آتے رہے۔ حضرتؒ کے اصرار پر میں منارہ چلا گیا۔ حضرتؒ نے ساتھ بٹھا لیا اور معمول کروایا۔ حضرتؒ کی توجہات بے پناہ تھیں۔ مجھے پہلی بار محسوسات ہوئے۔ انوارات دیکھے اور روح کی پرواز محسوس کی۔ یوں لگتا جیسے باز اڑ رہا تھا حضرت آگے آگے تھے اور میں پیچھے پیچھے۔ حضرت نے احدیت معیت اور اقربیت کروائی جو محسوس ہوئیں۔ یہ کام تو پہلے سنا دیکھا نہ تھا لیکن جو کچھ بھی تھا اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی مراقبہ اسم الظاہر والباطن محسوس ہوا۔ عجب کیفیات طاری ہو گئیں۔ گریہ کا وہ ہجوم تھا کہ بیان سے باہر۔ فنافی اللہ پر محسوس ہوا کہ ہر چیز گر رہی ہے اور فنا کے گھاٹ اتر رہی ہے گرد وغبار سے فضا اٹی ہوئی تھی بقا باللہ پر بھی عجب کیفیات محسوس ہوئیں۔ ان دنوں سالک المجذوبی نہیں کرواتے تھے میری حالت یہ تھی کہ تمام رات روتا رہا۔ تہجد کے لئے سب سے پہلے اٹھا۔ نماز میں کیفیات بدل گئیں۔ وہ لطف وسرور آیا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ منارہ میں سحری کا معمول ہوا۔ یہ ملک خدا بخش صاحب کے چوبارے کا واقعہ ہے۔ اس وقت پروفیسر غازی احمد صاحب بھی ساتھ تھے۔ بس اس وقت سے چمٹا ہوں تو پھر اس در سے نہیں اٹھا۔ لوگوں نے بڑا سمجھایا مولانا غلام اللہ خان میرے استاد بھی تھے اور میرے انتہائی مشفق اور مہربان بھی انہوں نے کہا

کہ بھی کہاں بدعت میں پڑ گئے ہو لیکن میں جس حال میں تھا اس کی انہیں کہاں خبر تھی۔ اب تو حال یہ تھا کہ جی چاہتا تھا کہ حضرتؒ کے پاس سے نہ اٹھوں۔ جمعہ کے روز جمعہ پڑھانے کی مجبوری کی وجہ سے چلا گیا۔

اٹھ کر تو آگئے ہیں تری بزم سے مگر
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں

واپس جوہر آباد پہنچا تو اکیلا معمول کیا کرتا تھا۔ اس سے پہلے میں مولانا نصیرالدین رحمتہ اللہ علیہ (غور غشتی) کے یہاں بیعت تھا اور نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے مطابق حبس دم کیا کرتا تھا لیکن اب حضرتؒ کے بتائے ہوئے طریق ذکر پر چلنے لگا۔ سب سے پہلے میاں نور میرے ساتھ آئے۔ پانچ سات ساتھی اور آن ملے۔ یہ بات پھیلی تو تبلیغی جماعت کے ساتھیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ بدعتی ہو گیا ہے۔ مفتی محمود صاحب، مولانا یوسف بنوری صاحب اور جامعہ اشرفیہ والوں نے سب نے فتاوی بھیجے کہ یہ طریق ذکر بدعت ہے لیکن مجھے فتوی دکھانے کی جرات کسی کو نہ ہوئی۔ پندرہ دن گزر گئے کہاں تو حضرت جیؒ کے اصرار پر میں نہ جاتا تھا اور اب کشش تھی کہ میں کشاں کشاں چکڑالہ جا پہنچا اور عرض کی کہ جوہر آباد کی جماعت کا تقاضا ہے کہ ہمیں کچھ وقت عنایت کیا جائے۔ حضرتؒ نے دورہ فرمایا یہ پہلا دورہ تھا۔ حضرتؒ آئے میں نے تمام متعلقین اور فتوی سنانے والے علماء سب کو بلایا اور سب کو کہا کہ کھانا یہاں کھائیں۔ بڑی تعداد میں لوگ اکٹھے ہو گئے میں نے ان علماء کو کہا کہ دل کھول کر اعتراضات کریں۔ بحمداللہ تمام علماء مطمئن ہو کر واپس گئے۔ مولوی عبدالکریم (شاہ پور صدر) بھی موجود تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد جوہر آباد کی مسجد میں معمول ہوا۔ بہت بڑی مسجد تھی لیکن ساری بھر گئی۔ علماء حضرات نے بھی معمول کیا۔ یہ 61ء کی بات ہے۔ کئی مکبر تھے۔ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ بے حد خوش ہوئے کہ پہلی بار اتنی بڑی جماعت نے ذکر کیا۔ حضرتؒ نے بڑی سخت توجہ دی۔ لوگ تاب نہ لا کر اونچی آواز میں اللہ اللہ کرنے لگ گئے تھے۔ مولانا محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ بھی اس دوران موجود تھے۔ حضرت صبح رخصت ہوئے تو بے حد خوش تھے۔

ایک بار نور پور کے دفتر کے کمروں میں حضرت کا قیام تھا میں وہاں حاضر ہوا تو وہاں میری روحانی بیعت ہوئی۔ میں نے رات وہاں گذاری۔ میں مہینہ میں ایک چکر ضرور چکڑالہ لگایا کرتا تھا۔ رمضان میں ہم جوہر آباد اعتکاف بیٹھے تھے۔ وہاں سے ہم بس بھر کر چکڑالہ گئے۔ وہاں مسجد بھر گئی۔ حضرتؒ نے وہاں معمول کروایا مجھے فوراً بخار ہو گیا اور تھا بھی سخت تیز۔ سحری کے وقت دوبارہ معمول کروایا۔ حضرتؒ نے خود دوا لا کر دی تو میرا بخار کم ہو گیا۔ ہم قدم بوسی کر کے واپس ہوئے۔ حضرتؒ باہر تک چھوڑنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ پہلی بس تھی جو وہاں گئی۔ چکڑالہ کے لوگ بڑے حیران ہوئے۔

ایک روز حضرتؒ جوہر آباد سے گزرے انہیں بخار تھا طبیعت خراب ہوئی تو جوہر آباد سے آگے نکل جانے کے بعد گاڑی پیچھے لے جانے کا فرمایا اور میرے غریب خانے کی قسمت جاگی۔ میں اتفاق سے گھر پر نہ تھا سرگودھا گیا ہوا تھا۔ حضرتؒ نے گھر میں اطلاع کروائی اور حجرے میں قیام فرمایا۔ میں آیا تو حضرتؒ کی حالت دیکھ کر بڑا پریشان ہوا ڈاکٹر منگوایا۔ حضرتؒ کی کرم فرمائی کا اندازہ کیجئے کہ اس بخار کے باوجود آپ نے معمول کروایا۔ اطلاع نہ ہونے کے باوجود آدھی مسجد بھر گئی۔ پہلے خوشاب اور پھر مٹھہ ٹوانہ میں جماعت بن گئی۔ حضرتؒ نے بڑی دعائیں کیں۔ اب جب بھی میں کبھی چکڑالہ جاتا تو کافی حضرات ہمراہ ہوتے۔ میری حضرتؒ کے ساتھ عقیدت وارفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی قدم بوسی کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ حضرتؒ ایک بات بار بار کہتے کہ یہ عالم ہو کر میرا جتنا ادب کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ حضرتؒ نے تمام مراقبات مجھے الگ تنہائی میں کروائے۔ مزدلفہ میں انعامات تقسیم ہوئے اور مناصب تقسیم ہوئے۔ یہ احقر بھی محروم نہ رہا۔ اس وقت میں جوان تھا مفتی صدانی صاحب کو میں نے لطائف کروائے۔ احمد نواز محمد خان صاحب اور بہت سے ساتھیوں کو لطائف کروانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اب فتووں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا لوگ جوق در جوق آنے لگے شاہ پور اور شاہ پور صدر ہی

نہیں تمام علاقے میں جگہ جگہ ذکر کے حلقے بن گئے۔ جوہر آباد میں چھ سات سو افراد ذکر میں شامل ہوا کرتے تھے۔ روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ حضرتؒ کی شفقتیں اپنے عروج پر تھیں۔ ایک بار منارہ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرتؒ نے اچانک فرمایا مولوی صاحب چلو ایسی کیفیت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ کسی ایسے مقام پر پہنچایا کہ سمجھ نہ آسکی۔ ایک روز معمول کر رہا تھا کہ اچانک روشنی کی انجانی لہر نے گھیر لیا۔ اگلے دن چکڑالہ گیا تو حضرتؒ نے بتایا کہ غوث صاحب بھیرہ والوں نے توجہ فرمائی تھی میری اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ زیارت کیے بغیر سکون نہ آتا تھا۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ساتھ میرا یہ معاملہ تھا کہ وہ اپنے گھریلو معاملات تک میں مجھ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ میں ان کا خصوصی شاگرد تھا۔ 71ء کے حج میں حضرت جیؒ کے ساتھ میرا جانا ہوا تو غلام اللہ خان صاحب بھی اسی جہاز پر تھے لیکن میں ان سے ملا تک نہیں۔ مدینہ میں اچانک ملاقات ہو گئی تو کہنے لگے کہ اگر کوئی مسئلہ ہو تو بتاؤ مکان چاہیے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو ظالم تم تو ملے تک نہیں۔ حضرت جیؒ کا ادب اور ساتھ ہونے کی وجہ سے میں نے ملنا گوارا نہ کیا۔ غلام اللہ خان ایک بار جوہر آباد آئے تو سماع موتیٰ کا مسئلہ بالکل نہیں چھیڑا حالانکہ یہ ان کا خاص موضوع تھا۔ اس کے بالکل برعکس انہوں نے کہا کہ جمہور سماع موتیٰ کے قائل ہیں اکثریت اس طرف دیکھ کر چپ ہو گئے یہ مولوی بھی بڑے موقع شناس ہوتے ہیں۔

حاجی محمد خان صاحب (ڈھلیاں) کے یہاں ایک بار حضرتؒ نے جلسہ رکھا۔ نزدیک کے ملک غلام اللہ کے مرید تھے اور ہمارے خیالات کے شدید مخالف۔ مجھے بھی بلایا حضرت کا حکم تھا ظہر کی نماز کے بعد حضرتؒ کی صدارت میں میری تقریر تھی۔ میں کھڑا ہوا تو سمجھ نہ آئے کہ کیا کہوں کیا بیان کروں۔ حضرت نے توجہ فرمائی۔ خطبہ مسنونہ کے بعد خاموش ہو گیا۔ حضرتؒ کی توجہ تھی کہ بات شروع کی تو تین گھنٹے تک تقریر کرتا رہا۔ پھر دوبارہ رات تقریر کے لئے کہا دوبارہ حضرتؒ کی توجہ سے تقریر ہوئی۔ چکڑالہ میں ایک بار محرم کے موقع پر میں نے تقریر کی بہت بڑا مجمع تھا اس موقع پر میں نے چکڑالہ والوں کو مخاطب کر کے کہا سن لو! ہم یہاں پتھر دیکھنے کے لئے نہیں آتے۔ حضرت کی جوتیوں کی کشش ہمیں کھینچ کر لاتی ہے حضرت کی توجہ جاری تھی تمام مجمع رو رہا تھا۔ مسجد بہت بڑی تھی لیکن حالت یہ تھی کہ قریب کی گلیاں بھی بھر گئی تھیں۔ میجر غلام محمد جو ان دنوں کپتان تھے اور کسی مشق وغیرہ کے سلسلے میں اس طرف آئے ہوئے تھے وردی اور پستول سمیت مسجد میں آئے اور حضرتؒ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔ ان کی کیفیت دیکھ کر چکڑالہ کے لوگ بڑے متاثر ہوئے۔ چکڑالہ میں شیخ الحدیث قاضی قمرالدین صاحب مدفون ہیں جو ہمارے دادا استاد لگتے ہیں۔ میں نے وہاں مراقبہ کیا اور روحانی طور پر حضرت جیؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے برزخ سے جواب دیا کہ بہت قابل شخصیت ہیں۔

چکڑالہ کی مسجد میں مشرق کی جانب بائیں کونے میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھارہ سال معمول کیا۔ اگر آپ کسی وجہ سے گھر نہ ہوتے تو ہم وہاں معمول کر کے واپس آجایا کرتے تھے۔ وہاں عجب حال ہوتا بعض اوقات ساری ساری رات روتے گزر جاتی۔

ایک بار قاضی صاحب لیٹی والے آئے۔ ان دنوں خوراک کا راشن تھا ایک ضلع سے گندم دوسرے ضلع میں جانا یوں تھا کہ ہیروئن جا رہی ہو جگہ جگہ تلاشی ہوا کرتی تھی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ گندم لے دو اور ٹرک بھی لے کر پہنچا تھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ قاضی صاحب میرے پاس رہیں۔ میں نے انہیں ہفتہ بھر اپنے پاس رکھا اس دوران حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے بارہ بوریاں گندم کی لیں۔ محمد خان نمبردار کو بلایا اور کہا کہ ساتھ جاؤ اور چکڑالہ اتار کر آؤ۔ عجب بات یہ ہوئی کہ جگہ جگہ پولیس والوں کی ناکہ بندی کے باوجود ٹرک کو راستے میں کسی نے نہیں روکا۔ چکڑالہ بوریاں اتاریں تو حضرت گرم گرم حلوہ لے کر آگئے۔ نمبردار بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت نے کہا کہ جونہی آپ لوگ بن حافظ سے چکڑالہ کی طرف مڑے تو میں نے حلوہ بنانے کے لئے کہہ دیا آپ لوگوں کے پہنچتے پہنچتے تیار ہو گیا۔

حج کے موقع پر میں حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ گیا تھا۔ وہاں حضرت مسجد نبوی ﷺ میں لے گئے۔ قدم مبارک کی جانب قبلہ رخ بیٹھ گئے۔ حضرتؒ نے وہاں معمول کروا کر از سر نو تجدید بیعت وہاں کروائی۔ وہاں عجیب محسوسات ہوئے کہ حضور ﷺ اوپر تشریف فرما ہیں آپ ﷺ کے سینے سے فیض کا ایک چشمہ بہہ رہا ہے جو ان کے بعد حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب سے ہوتا ہوا پوری جماعت کے سینے میں بہہ رہا ہے۔ ایک گھنٹے تک ہم وہاں بیٹھے رہے اور تمام وقت یہی کیفیت بدستور قائم رہی۔ حضور ﷺ نے جہاں جہاں نوافل پڑھے تھے مسجد حنیف اور مسجد قبا میں، ہمیں حضرتؒ نے وہاں وہاں نشاندہی کر کے نوافل پڑھوائے۔ ایک روز عجب واقع پیش آیا۔ خانہ کعبہ طواف کے بعد ہم ایک جگہ سے گذرے دیوار کے قریب حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کو اچانک چکر سا آگیا اور آپ گر پڑے۔ ہم بڑے پریشان ہوئے لیکن کسی کو پوچھنے کی جرات نہ ہوئی۔ حکیم بشیر نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ بے دھیانی میں مائی ہاجرہ صاحبہ کے پاؤں پر آپ کا پاؤں آگیا تھا۔ انہوں نے ڈانٹ کر کہا کہ اور لوگ تو اندھے ہیں اور مجبور ہیں کیا تم بھی اندھے ہو کہ دیکھ کر نہیں چلتے۔ اس وجہ سے چکر کھا کر گر گئے حطیم میں 100 کے لگ بھگ انبیاء علیہم السلام کی قبریں موجود ہیں۔ حضرتؒ نے ان میں سے بعض کی نشاندہی بھی فرمائی۔ حج کے سفر میں حضرت کی شفقتیں اور وہاں کے انعامات بیان سے باہر ہیں۔ اس سفر کے واقعات خود حضرتؒ نے اسرار الحرمین کے نام سے لکھے ہیں اور ان کے مطالعہ سے حضرتؒ کی علوئے مرتبت کا ہلکا سا اندازہ ہو سکتا ہے۔

تنظیم الاخوان کے ترجمان امیر محمد اکرم اعوان کی پر اثر تحریروں اور فکر انگیز مضامین پر مشتمل میگزین

ماہنامہ المرشد لاہور

کو ملک بھر کے تمام اضلاع سے نمائندگان کی ضرورت ہے۔ نمائندگان کی ارسال کردہ خبریں اور رپورٹس المرشد کے علاوہ روزانہ شائع ہونے والا "ڈیلی یارن" فیصل آباد میں بھی شائع کی جائیں گی

الاخوان کی سرگرمیوں کو نمایاں کوریج دینے والے نمائندگان کو پریس کارڈ اور دیگر سہولتیں بھی فراہم کی جائیں گی
خواہش مند فوری رابطہ کریں

محمد اسلم مدیر ماہنامہ المرشد، کمرہ نمبر 8 سیکنڈ فلور ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد فون۔ 732254 فیکس 727002

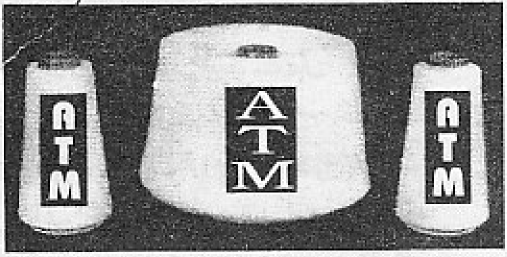


ہوزری شٹل لیس لومز کیلئے
بہترین اور معیاری دھاگہ

# اے ٹی ایم برانڈ یارن

خریدنے کیلئے سوتر منڈی میں ہمارے سیلز آفس سے رجوع فرمائیں

| | |
|---|---|
| 16/PC | 30/PC |
| 22/PC | 36/PC |
| 24/PC | 38/PC |

دوسری ملز کے دیگر
برانڈ بھی دستیاب ہیں

شیخ ناصر شیخ عبدالستار گلی نمبر ۲ بالمقابل رحمان مارکیٹ، منٹگمری بازار سوتر منڈی فیصل آباد فون نمبرز 617057 611857

# علاج نبویؐ اور جدید سائنس ـــــــ (بواسیر)

**ڈاکٹر خالد غزنوی**

انسان نے جب سے آرام طلب زندگی اختیار کی ہے اور جب سے اس نے نفیس اور پر تکلف خوراک اپنائی ہے اس وقت سے بواسیر کی بیماری اس کے لئے اذیت کا مستقل سامان بنی رہی ہے۔ طب میں بواسیر اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں پاخانہ والی جگہ کے آس پاس کناروں پر مسے نمودار ہوتے ہیں۔ اطباء قدیم نے اس کو خونی اور بادی اقسام میں بیان کیا ہے۔ بادی سے مراد مسوں کا وجود ہے۔ اس میں جلن ہوتی ہے۔ یہ پھول جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کے ساتھ مقعد کے کنارے اور اندر کی جھلیاں زور لگانے پر باہر کی سمت الٹ جاتی ہیں۔ خونی قسم میں قبض یا اجابت کے دوران زور لگانے پر پھولے ہوئے مسوں میں سے کوئی ایک پھوٹ جاتا ہے جس سے خون بہنے لگتا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض مریضوں کو جس روز خون آتا ہے اس روز ان کو قبض نہیں ہوتا۔

اطباء قدیم باہر سے نظر آنے والی بواسیر کے مسوں کو ان کی شکل وصورت کے لحاظ سے توتی' انگوری' انجیری اور کھجوری وغیرہ کے ناموں سے بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ خون کی وریدوں میں جب ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ پھول کر کوئی بھی شکل اختیار کر سکتی ہیں۔ یہ شکل انگور جیسی ہو یا توت جیسی۔ لیکن اصول علاج ان سب قسموں کے لئے یکساں ہے۔

طب جدید میں بواسیر کو اس کے مسوں کے محل وقوع کے اعتبار سے بیان کیا جاتا ہے۔ مسے اگر باہر ہوں تو وہ External Piles اندر ہوں تو Internal Piles اور ایک قسم ایسی ہے جس میں مسے اندر بھی ہوتے ہیں اور باہر بھی جسے External Piles Interno کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔

بواسیر کا اہم ترین سبب پیٹ کے نچلے حصے اور ٹانگوں کے دوران خون میں ٹھہراؤ بیان کیا جاتا ہے۔ جو لوگ پیدل نہیں چلتے سارا دن گدے دار کرسیوں پر بیٹھے رہتے ہیں ان کی خون کی نالیوں میں دوران خون متاثر ہوتا ہے اور مقعد اور اس سے اوپر کی وریدیں پھول جاتی ہیں۔ پہلے خیال تھا کہ بواسیر کو پیدا کرنے میں جگر کی خرابی کا بھی بڑا دخل ہے۔ لیکن ایڈنبرا کے ایک سرجن میکفرسن نے بواسیر کے 150 مریضوں کے جگر ہر لحاظ سے چیک کیے اور ان میں سے کسی ایک کا بھی جگر خراب نہ پایا گیا۔ جس سے اب یہ نظریہ زیادہ قوت پکڑ رہا ہے کہ بواسیر جگر کی خرابیوں سے پیدا نہیں ہوتی۔

آج کے ماہرین اس کا اہم ترین سبب وراثت قرار دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو بواسیر کی بیماری رہی ہو ان کی اولاد کی خون کی نالیاں بھی کمزور ہوتی ہیں اور وریدوں کی دیواروں کی کمزوری ان کو بھی بواسیر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی باعث 3-2 سال کے بچوں کو بھی بواسیر کے مسے اور اجابت کے ساتھ خون آتے دیکھا گیا ہے۔

جانوروں کو بواسیر نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ چار پیروں پر چلتے ہیں تو ان کے مقعد کے اردگرد کی وریدوں پر کوئی اضافی بوجھ نہیں پڑتا۔ اس لئے ان کی وریدوں کی دیواریں پچک کر مسے نہیں بنا سکتیں۔ جبکہ انسان دو پیروں پر چلتا ہے اور مقعد کے اردگرد کی وریدوں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے اور وہ کمزور پڑنے پر مسوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

بواسیر کے مسے پیدائشی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ پرانی قبض کی وجہ سے مریض اجابت کے لئے جب زور لگاتا ہے تو پیٹ کے اندر دباؤ بڑھنے کی وجہ سے ان میں خون بھرتا اور کمزور دیواروں کی وجہ سے خون بہنے لگتا ہے۔ قبض کے برعکس مزمن اسہال پیچش اور جلاب کی دواؤں کے مسلسل استعمال کی وجہ سے

بھی دباؤ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور خون بہنے لگتا ہے۔ یونانی زبان اور طبی اصطلاح میں ان کو Haemorrhoids کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی خون بہنا ہے۔ 1370ء کے ایک فرانسیسی ادیب نے ان کے بارے میں ایک دلچسپ بات کہی ہے۔

"عام لوگ ان کو Piles کہتے ہیں۔ جبکہ روسا اسے Haemorrhoids کہتے ہیں۔ فرانس کے لوگ ان کو انجیر کہتے ہیں۔ میرے لئے اس کے نام میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میری دلچسپی اتنی ہے کہ کیا تم ان سے اگر میری جان چھڑا سکتے ہو۔"

خواتین میں حمل کے دوران پیٹ کے اندر خون کی نالیوں پر بوجھ اور دباؤ سے اکثر بواسیر ہو جاتی ہے۔

بواسیر کا اہم ترین اور خطرناک سبب بڑی آنت کا کینسر ہے' آنت میں کینسر کے بوجھ اور اس کی وجہ سے دوران خون میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور وریدیں پھول کر بواسیر کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اچھے اچھے ماہر یہاں غلطی کھا جاتے ہیں۔ مدتوں بواسیر کا علاج ہوتا رہتا ہے اور جب بات کھلتی ہے تو علاج کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ اس لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ بواسیر کے ہر مریض کو اوزار ڈال کر اندرونی معائنہ کیا جائے اگر مقعد کی نالی میں کوئی رسولی ہوئی تو آسانی سے نظر آجائے گی۔

## بواسیر کی علامات

مسوں کی موجودگی اور ان سے خون بہنا بواسیر کے اہم نکات ہیں۔

بواسیر کے مسوں کی موجودگی کو بیماری کا پہلا درجہ قرار دیا جاتا ہے۔ اگر مسے اجابت کے دوران الٹ کر باہر آجائیں یا ان کے ساتھ مقعد کی جھلی بھی باہر آجائے تو اس کو دوسرا درجہ کہتے ہیں۔ اس میں شرط یہ ہے کہ جھلیاں اور مسے جب ایک مرتبہ اندر داخل کر دیئے جائیں تو پھر وہ بقیہ وقت اپنے اصل مقام پر ہی رہیں۔

جب مسے اور جھلی اجابت کے دوران الٹ کر باہر آجائیں اور معمولی کوشش سے بھی اندر نہ جائیں تو بیماری کا تیسرا درجہ ہوتا ہے۔

بواسیر جب تیسرے مرحلہ تک آتی ہے تو اس میں سوزش' مقعد پر خارش' بوجھ' جلن اور بخار ہوتے ہیں۔ جب جھلیاں باہر لٹک رہی ہوں تو ان سے لیس دار رطوبت نکل کر کپڑے خراب کرتی ہے۔ اگر اضافہ میں سوزش ہو جائے تو پھر خون اور پیپ بھی نکلتے رہتے ہیں۔

## پیچیدگیاں

حاملہ عورتوں کے پیٹ میں بوجھ کی وجہ سے ہاضمہ اور اجابت کا سارا سلسلہ گڑ بڑ ہو جاتا ہے۔ ان کو بواسیر کی وجہ سے جب خون آتا ہے تو اس سے ان کو خون کی کمی اور بڑھ جاتی ہے۔

مسوں میں سوزش کی وجہ سے وہاں پھوڑا بن جاتا ہے۔ آس پاس کا سارا علاقہ ورم کی زد میں آجائے تو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی اس میں پیپ پڑ جاتی ہے اور معاملہ لمبا ہو کر آپریشن کی فوری ضرورت تک آجاتا ہے۔

## علاج

بواسیر کی مشکل قسم وہ ہے جب یہ بڑی آنت کے کینسر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لئے ادویہ سے علاج نامناسب اور خطرناک کام ہے۔ حمل کے دوران بواسیر اگر تکلیف دے تو اس کا علاج مرہموں اور ملین تیلوں سے کیا جائے۔ عام طور پر لیکوئڈ پیرافین کے مرکبات جیسے کہ Cremafin وغیرہ یا Agarol دے کر قبض نہ ہونے دیں۔

دوسرے مریضوں کے لئے اسبغول کو طب جدید نے بہترین قرار دیا ہے۔ اس کے فیشن ایبل مرکبات Agiolax Kanormal- Visiblin- Siblin- کے نام سے ملتے ہیں۔ اسبغول آنتوں میں جا کر پھول جاتا ہے جس سے قبض نہیں ہوتی اور یہ پاخانہ میں اپنی لیس شامل کر کے اس کے اخراج کو آسان بنا دیتا ہے۔ شدید قبض کے مریضوں کو سناء مکی کی ولایتی گولیاں تجویز کی جاتی ہیں۔ مثلاً" Pursennid-Senokot کی دو گولیاں رات سوتے وقت کافی رہتی ہیں۔ Agiolax کے نسخہ میں اسبغول کے ساتھ سناء کی بھی شامل ہوتی ہے جس سے دونوں مقاصد پورے ہو جاتے

ہیں۔

بواسیر کا سارا زور نچلے حصہ پر ہوتا ہے۔ اس لئے طب جدید میں ابتدا سے ہی ایسے مرہم تیار کئے جاتے رہے ہیں جن کو لگانے سے مسوں میں درد۔ جلن اور خارش رفع ہو جائیں۔ وہاں پر ورم نہ رہے اور اس طرح خون نہ بہے۔ برٹش فارما کوپیا میں افیون اور مازو سے بنا ہوا ایک مرہم UNG-Gall Cum Opii تجویز کیا گیا تھا جو بے فائدہ ہونے کے باوجود خاصا مقبول رہا ہے۔ گلیسرین اور ٹینک ایسڈ کی مرہم بھی شہرت رکھتی ہے۔ اب دوا ساز کمپنیوں نے مسوں کی سوزش کے علاج میں مختلف ادویہ کو ملا کر اپنی دانست میں آرام دینے والے نسخے تیار کئے ہیں جن میں ایک مرہم مقامی طور پر سن کرنے والی دوائی Lignocaine سے تیار کی گئی ہے۔ اسی طرح

Hadensa - Proctoid - Anusol - Scheriproct - Ultraproct

مرہمیں مشہور ہیں۔ ان سے مریضوں کو وقتی فائدہ ہو جاتا ہے۔

طب جدید میں قبض کے علاج کے علاوہ بواسیر کے مریضوں کو کھانے کی کوئی دوائی نہیں دی جاتی۔ چند سال پہلے ایک گولیاں بازار میں آتی تھیں ان کا دعوی تھا کہ ان سے بواسیر ٹھیک ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی کو شفایاب ہوتے دیکھا نہیں گیا۔ سوزش، پھوڑا یا دوسری پیچیدگیوں کے لئے حالات کے مطابق علاج کیا جا سکتا ہے۔

## انجکشن

پہلے اور دوسرے درجہ کی وہ بواسیر جس سے خون بہتا ہو کو انجکشن سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ روغن بادام میں پانچ فیصد کاربالک ایسڈ (Phenol) ملا کر یہ دوائی مقعد میں اوزار سے ڈال کر بواسیر والی وریدوں کے منبع کے ساتھ جھلی کے نیچے ایک خصوصی سرنج اور سوئی سے 4cc داخل کیا جاتا ہے تاکہ وہاں پر ایک گومڑ بن جاتے اور یہ ابھار ورید کو دبا کر اسے بند کر دیتا ہے۔ اس طرح خون بہنا تو ایک دو دن میں بند ہو جاتا ہے۔ اور اکثر مریض شفایاب ہو جاتے ہیں۔

اس ٹیکے کی دوائی اور اوزار خصوصی طور پر تیار کئے جاتے ہیں۔ ان کی تیاری کسی ایسے ہسپتال میں درست طور پر ہو سکتی ہے۔ جہاں اوزاروں اور دوسری چیزوں کو جراثیم سے پاک کرنے کا معقول بندوبست موجود ہو۔ بعض اشتہاری اداروں کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہاں لوگوں کو یہ ٹیکہ لگایا جاتا ہے۔ اس ٹیکہ کو لگانے والا ماہر سرجن ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسے درست جگہ پر اور صحیح طور پر لگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اناڑی لگانے والوں کے ہاتھوں سے افسوسناک حادثات اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔

## آپریشن

اکثر ڈاکٹر بواسیر میں انجکشن لگانا پسند نہیں کرتے اور ان کے نزدیک اس کا بہترین اور پائیدار علاج اپریشن ہے۔ مریض کے جسم کے نچلے حصہ کو سن کرنے یا بیہوش کرنے کے بعد اس کی مقعد کے اردگرد کی تمام چیزیں کاٹنے کے بعد سرجن ان وریدوں کا منبع تلاش کرتے ہیں جو پھول کر مسے بنا کر لٹک جاتی ہیں۔ اپریشن کے بعد اکثر سرجن زخم کو ٹانکے نہیں لگاتے اور زخم کے اندر مصفا پٹی کی کافی مقدار داخل کر کے پاخانے کا راستہ عملی طور پر بند کر دیتے ہیں۔ یہ پٹی تیسرے روز نیم بیہوشی کی حالت میں نکالی جاتی ہے۔ اس وقت تک اجابت بند کر دی جاتی ہے اور پھر اجابت کی اجازت ملتی ہے تو خاصی تکلیف ہوتی ہے۔ فراغت کے بعد مریض کو جراثیم کش ادویہ کے ٹب میں بٹھایا جاتا ہے اور زخم ہفتہ بھر کے بعد مندمل ہو جاتا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ اکثر سرجن یہ اپریشن ایسے نامکمل انداز میں کرتے ہیں کہ بواسیر دوبارہ ہو جاتی ہے۔ اپریشن کے عذاب اور کثیر اخراجات کے بعد پھر اسی مرحلے سے دوبارہ گزرنا آسان کام نہیں۔ کویت یونیورسٹی کے لئے بواسیر پر تحقیقی مقالہ لکھتے وقت ہم نے سرجری کے تین بہترین استادوں پروفیسر امیرالدین۔ پروفیسر حاجی ریاض قدیر اور پروفیسر ایچ ایچ مرزا صاحبان سے اس اپریشن کے بارے میں مشورہ کیا اور ان سے اپریشن کے بعد بواسیر کے دوبارہ ہو جانے کے سلسلہ میں سوال پوچھا۔ ان تینوں استادوں کی

رائے میں اپریشن کرنے والا اگر وریدوں کو ان کی جڑ سے کھینچ کر نہ لائے تو بواسیر اسی صورت میں دوبارہ ہوتی ہے۔ یعنی اپریشن کرنے والے نے نیم دلی سے یہ کام کیا ہو تو دوبارہ ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

## طب یونانی

طب یونانی میں مفید ادویہ کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے۔ جس میں ہر بیماری اور حالت کے مطابق مناسب دوائیں موجود ہیں۔ اگر ایک سے فائدہ نہ ہو تو اس کے بدل میں دس بھی مل سکتی ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نسخہ لکھنے والا دواؤں کے اثرات اور ان کی ماہیت سے آشنا ہو۔ مشہور اطباء کی بیاض سے نسخہ نقل کرنے والا کام علم کی ترقی میں رکاوٹ اور مریضوں کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ اطباء قدیم نے بواسیر کے علاج میں زیادہ تر ایسی ادویہ استعمال کی ہیں جو پرانی قبض کو دور کرتی تھیں۔ اس سے اکثر کو فائدہ ہوا۔ لیکن مقعد میں دوران خون کی ست رفتاری کا مسئلہ محتاج توجہ رہا۔ بہنے والے خون کو روکنے میں بکائن بڑی مفید ہے۔ آریو ویدک طب کی یہ نہایت مفید دوائی خونی بواسیر میں دوسری دواؤں کے ساتھ مل کر خون بند کرنے میں لاجواب ہے۔ ایک مشہور نسخہ میں رسونت کو عرق گلاب میں کھرل کرکے اس میں تخم نیم۔ تخم بکائن اور گل ارمنی کو آب گندنا میں کھرل کرکے گولیاں بنائی جاتی ہیں۔

تخم نیم، تخم شفتالو اور رسونت کو آب ترب میں کھرل کرکے گولیاں بنائی جاتی ہیں۔ برادہ صندل، الائچی خورد، اندرجو شیریں اور تلخ، دم الاخوین، بہیس، مرجان بسد، کافور، سہاگہ کو مختلف صورتوں میں تیار کرکے شربت انجبار یا شیرہ بارتنگ کے ساتھ دیا جاتا ہے۔

حکیم کبیر الدین نے بواسیر کے لئے جو نسخے ترتیب دیئے ہیں ان میں سے دو بطور نمونہ پیش ہیں۔

| | |
|---|---|
| گندھک آملہ سار مدبر بہ شیر گاؤ | ایک تولہ |
| جوکھار | ایک تولہ |
| رسونت مصفی | ایک تولہ |
| مغز تخم نیم | ڈیڑھ تولہ |
| آرد بندق ہندی | ایک تولہ |
| کشتہ مونا مکھی در برگ حنا | نو ماشہ |

ان کو پیس کر چنے برابر گولیاں بنا کر دو گولی صبح شام مکھن میں ہمراہ عرق کاسنی دیں۔

ایک دوسرے نسخہ میں تجویز ہوا۔

| تربھلہ | مغز تخم نیم یک سالہ | تخم ترب یکسالہ | رسونت مصفی |
|---|---|---|---|
| 15 تولہ | 15 تولہ | 15 تولہ | 15 تولہ |

شکر سفید، تخم نیم اور مکھن ہر حکیم کے نسخہ میں پایا گیا۔

محکمہ صحت پنجاب کے ایک افسر ایک روز ایک ایسے حکیم کے مطب کے باہر انتظار میں تھے جو کچھ عرصہ پہلے خود کسی دفتر میں کلرک تھے۔ افسر صاحب ان سابقہ کلرک سے بواسیر کا علاج کروانے آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ چھ ماہ سے زیر علاج ہیں۔ تیس روپے ہفتہ کی دوائی سے اب قبض کو فائدہ ہے۔ مگر بواسیر ویسی ہی ہے۔ اور بھی بہت سے ایسے مریض دیکھے گئے جو اپریشن کی دہشت کی وجہ سے ایسے اشتہاری حکیموں کے زیر علاج ہیں جو جسم انسانی سے تو درکنار اپنے نسخہ کے اثرات سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ مرض تو خیر کیا ٹھیک ہو گا مسلسل جلاب سے اپنی آنتوں کا ستیاناس کروالیتے ہیں۔

اطباء نے اسے غلیظ خون کے فساد یا صفراوی اسباب سے قرار دیا ہے اور فصد کرانا مفید بتایا ہے۔

## طبِ نبوی

******************

بواسیر ان چند بیماریوں میں سے ہے جن کا علاج نبی ﷺ نے براہ راست عطا فرمایا اور اس سے بچاؤ کے متعدد طریقے بھی بتلائے۔

غذا کے نظام اوقات کا تعین فرما کر انہوں نے قبض کا بندوبست فرما دیا۔ بہترین ناشتہ وہ ہے جو صبح جلد کیا جائے۔ رات کا

کھانا جلد اور ضرور کھایا جائے۔ کھانے کے بعد پیدل سیر کی جائے اور دن میں بھی متعدد مرتبہ پیدل چلنے کی صورت پیدا کی جائے۔ خوراک میں سبزیوں کی شمولیت اور روٹی میں چھان کو شامل کرنے کو اہمیت دی۔ یہ تمام امور ہیں جن پر عمل کرنے والے کو بواسیر نہ ہوگی۔ اگر ہو جائے تو پھر قبض کے بندوبست میں ایک ایسی دوا مرحمت فرمائی کہ وہ آج بھی جدید ترین سمجھی جاتی ہے۔ ایڈنبرا میں بواسیر کے علاج پر تحقیق کرنے والوں کے مشاہدات کے مطابق ایسے مریضوں کے لئے بہترین جلاب سناء کی ہے۔ کیونکہ یہ آنتوں میں خراش پیدا نہیں کرتا۔ اس سے اسہال نہیں ہوتے۔ اسے کسی اندیشہ کے بغیر کافی عرصہ استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کے ردعمل سے قبض نہیں ہوتی۔

حضرت ابوالدرداءؓ روایت فرماتے ہیں۔

اهدى النبى صلى الله عليه وسلم طبق من تين فقال كلوا و اكل منه وقال لوقلت ان فاكهته نزلت من الجنته فقلت هذا لان فاكهته الجنته بلا عجم فكلوا منها فانها تقطع البواسير وينفع من النقرس

(ابوبکر الجوزی)

(نبی ﷺ کی خدمت میں انجیر کا ایک تھال تحفہ آیا۔ انہوں نے لوگوں کو کہا کہ اس میں سے کھاؤ۔ اگر کوئی کہے کہ اگر کوئی پھل جنت میں سے زمین پر آسکتا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ یہی ہے۔ بلاشبہ یہ جنت کا میوہ ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں اس کو کھاؤ کہ یہ بواسیر کو کاٹ کر پھینک دیتی ہے اور نقرس میں فائدہ دیتی ہے۔)

اسی روایت کو دیلمی، ابن السنی اور ابونعیم نے حضرت ابوذرؓ سے بھی بیان کیا ہے جس میں -تقطع البواسیر کی جگہ یذھب بالبواسیر بھی آتا ہے۔

انجیر میں گلوکوس والی مٹھاس کی مقدار 2-6 فیصدی تک ہو سکتی ہے لیکن اگر یہ درخت پر پک چکی ہو تو مٹھاس کی مقدار 8-3 فیصدی کے درمیان رہتی ہے۔ اس میں نشاستہ، گلوکوس، لحمیات اور چکنائیوں کو ہضم کرنے والے خامرے Enzymes معقول مقدار میں ملتے ہیں۔ اس لئے کھانے کے بعد انجیر کھانے سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے جن لوگوں کو کھانے کے بعد پیٹ میں بوجھ ہوتا ہے ان کو اس کے کھانے سے آرام آجاتا ہے اور پیٹ سے ہوا نکل جاتی ہے۔

انجیر بنیادی طور پر قبض کشا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کا دودھ ہوتا ہے جو ملین اثرات رکھتا ہے۔ انجیر میں پائے جانے والے چھوٹے چھوٹے دانے معدہ کے تیزابوں میں جا کر پھول جاتے ہیں اور اس طرح آنتوں میں بوجھ کی کیفیت پیدا کر کے قبض کشائی کا باعث بنتے ہیں۔

حکیم جالینوس کہتا ہے کہ انجیر اور کلونجی کو نہار منہ کھانے والا زہروں کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔ انجیر بھوک لگانے والی سکون آور، دافع سوزش و اورام، ملین، جسم کو ٹھنڈک پہنچانے والی اور مخرج بلغم ہے۔ کچھ مدت کھائی جائے تو پتہ اور گردوں سے پتھریاں گلا کر نکال دیتی ہے۔ محمد احمد ذہبی اسے پیاس کو مٹانے والا اور آنتوں کو نرم کرنے والا قرار دیتے ہیں۔

نبی ﷺ نے بیماریوں کے علاج میں اکثر اوقات غذائی عناصر کو استعمال فرمایا ہے۔ جب وہ کسی غذا کو دوا کے طور پر دیتے ہیں تو اسے نہار منہ کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس طرح وہ پوری مقدار میں جذب ہو کر آنتوں اور جسم کے اندر اپنے افادات کا پورے اطمینان سے مظاہرہ کر سکتی ہے۔ نہار منہ 5-6 دانے انجیر کھانے سے پیٹ کی جملہ خرابیوں کی اصلاح کے ساتھ خون کی نالیوں اور دوسرے غیر ارادی عضلات سے بوجھ کو ختم کرتی ہے۔ ہم نے اسے پتے اور گردوں کی پتھریوں کو نکالنے کے ساتھ ذیابیطس کے مریضوں میں خون کی نالیوں کی بندش جیسے کہ (Buerger's Disease) میں ازحد مفید پایا ہے۔

جب کسی مریض کا کھانا وقت پر ہضم ہو گا۔ اس کی خون کی نالیوں سے غلاظت نکل جائے گی۔ اور جگر کی اصلاح ہونے کے ساتھ قبض نہ رہے گی تو بواسیر کا ختم ہو جانا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ انجیر بواسیر کے تمام اسباب کو ختم کر دیتی ہے۔ انجیر کھانے کی ایک

صورت تو یہ ہے کہ اسے نہار منہ کھایا جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کھانے سے آدھ گھنٹہ پہلے کھالیا جائے۔

حضرت علقمہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔

علیکم بزیت الزیتون کلوہ وادھنوا بہ فانہ ینفع من البواسیر

(ابن الجوزی)

(تمہارے لئے زیتون کا تیل موجود ہے اسے کھاؤ اور لگاؤ کیونکہ بواسیر میں فائدہ دیتا ہے)

حضرت علقمہ کے بھائی عقبہ بن عامرؓ بھی ابن السنی اور ابونعیم کی اسی مضمون کی ایک روایت بیان کرتے ہیں جس میں بواسیر کی جگہ "الباسور" منقول ہے۔ باسور کا پھوڑا مقعد میں شگاف ڈال کر وہاں پر ہمیشہ رستا رہتا ہے۔ کسی ڈاکٹر نے اس پھوڑے کا کبھی بھی دواؤں سے علاج نہیں کیا۔ اس کا علاج اپریشن ہے اور وہ اذیت ناک ہونے کے علاوہ نامکمل۔ کیونکہ اکثر مریضوں کو دوبارہ شکایت ہو جاتی ہے۔ ہم نے بواسیر کے رسنے والے مسوں۔ باسور اور مقعد کی سوزش کے زخموں کے لئے ایک اور حدیث مبارکہ سے سند لے کر یہ مرکب تیار کیا۔

برگ مہندی (پیس کر) 50 گرام

روغن زیتون 250 گرام

ان کو اچھی طرح ملا کر پانچ منٹ ابالنے کے بعد چھانے بغیر کھلے منہ کی کسی ڈبیہ میں رکھ لیا گیا۔ رات سونے سے پہلے مریض اسے اپنے مسوں پر اور روئی سے تھوڑا اندر کی طرف لگالیتا ہے۔ اسی طرح صبح اٹھ کر یہ تیل لگایا جاتا ہے۔ اللہ کا فضل رہا کہ ہر مریض کو سات دن سے کم عرصہ میں تمام شکایات جاتی رہیں۔ اضافی طور پر سوتے وقت بڑا چمچہ خالص تیل پلایا بھی جاتا رہا۔

قرآن مجید نے اسبغول والے اثر کے حامل ریحان کی تعریف کی ہے۔ نبی ﷺ نے چھنے ہوئے آٹے کی روٹی ناپسند فرما کر چھان کو اس میں دوبارہ شامل کروایا۔ اب ایک امریکی فرم نے آٹے کی چھان اور اسبغول کو ملا کر Fiberad کے نام سے ایک مرکب تیار کیا ہے۔ جو پرانی قبض کا علاج کرتے ہوئے بواسیر کے لئے تریاق ہے۔

ہم نے جس چیز کو توجہ نہ دی دوسروں نے اسے اپنا لیا۔

مریض اگر دن کے وقت انجیر کھائے۔ سوتے وقت تیل پی لے اور اگر مسوں پر کوئی مقامی علامات ہوں تو وہاں تیل لگائے۔ اس کے بعد بواسیر کی تکلیف باقی نہیں رہ سکتی۔ جہاں تک اس کے بطور مرض کا تعلق ہے انجیر کافی مدت تک کھانا ضروری ہے۔ قبض کے باقاعدہ علاج کے ساتھ ساتھ جگر کی اصلاح کے ساتھ ادویہ کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ جن کا تذکرہ پیٹ کی متعلقہ بیماریوں کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔

## تعلیم کی اہمیت

میں سمجھتا ہوں کہ انسان کی روح بغیر تعلیم کے چتکبرے سنگ مرمر کے پہاڑ کی طرح ہے کہ جب تک سنگ تراش اسے ہاتھ نہیں لگاتا' اس کا دھندلا اور کھردرا پن دور نہیں ہوتا۔ اس کو تراش خراش کر سڈول نہیں بناتا اس کو پالش سے آراستہ نہیں کرتا اس وقت تک اس کے جوہر چھپے رہتے ہیں اس کی خوشنما نسیں اور دلربا رنگین اور خوبصورت بیل بوٹے ظاہر نہیں ہوتے یہی حال انسان کی روح کا ہے انسان کا دل کیسا ہی نیک ہو مگر جب تک اس پر عمدہ تعلیم کا اثر نہیں ہوتا اس وقت تک ہر نیکی اور ایک قسم کے کمال کی خوبیاں جو اس میں چھپی ہوئی ہیں ظاہر نہیں ہوتیں۔

از سرسید احمد خان

# جادو کی حقیقت ______ علاج

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ قل اعوذ برب الفلق ○ من شر ما خلق ○ ومن شر غاسق اذا وقب ○ ومن شر النفثت فی العقدہ ○ ومن شر حاسد اذا حسد ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ قل اعوذ برب الناس ○ ملک الناس ○ الہ الناس ○ من شر الوسواس ○ الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنتہ والناس ○

آج کے اس آخری سبق میں احباب نے یہ آخری دو سورتیں قرآن حکیم کی رکھی ہیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں قرآن حکیم کی ہر صورت کسی واقعہ کے ساتھ منسلک ہے اس واقعہ کو متعلقہ صورت کا شان نزول کہا جاتا ہے۔ واقعات کی یہ وابستگی نہ صرف ان کی یاد اور ان کی حفاظت کا سبب ہے بلکہ ان آیات کے معانی کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے تو واقعہ یہ ہوا کہ ایک یہودی کبید نامی یا اس کی ایک بیٹی (وہ باپ بیٹی دونوں جادو میں مہارت رکھتے تھے) نے حضور اکرم ﷺ پر جادو کر دیا جس کے اثر سے آپ ﷺ کو شدید سردرد قسم کی شکایت ہو گئی۔ اب یہ سمجھنا کہ جادو سے آپ ﷺ کو تکلیف کیوں ہوئی؟ یہ سمجھنا اس طرح سے آسان ہے کہ جس طرح احد میں زخم لگنے سے دندان مبارک شہید ہوئے' زخم لگنے سے رخسار مبارک زخمی ہوا' اسی طرح جادو کے اثر سے بھی ایذا پہنچی۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے کہ انسانی دنیا میں' انسانی معاشرے میں' جو چیزیں عام انسانوں کو متاثر کرتی ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی متاثر کرتی ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بنی آدم علیہ السلام میں سے ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے نبی اور غیرنبی میں کہ نبی متاثر ہو کر غیرنبی کی طرح ان چیزوں میں یا ان کی وجہ سے اپنے منصب سے یا اپنی راہ سے ہٹ نہیں جاتا بلکہ وہ چیزیں ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ نبی' اللہ کا رسول جس طرح اپنے منصب سے نہیں ہٹتا اسی طرح ان پیش آنے والے مصائب سے گھبراتا بھی نہیں بلکہ ان پر عزیمت کا مظاہرہ کرتا ہے اس لئے کہ اس کے ساتھ اس کا پروردگار ہوتا ہے۔ معیت باری حاصل ہوتی ہے۔ عام آدمی گھبرا اٹھتا ہے یا اس کی قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو جہاں تک ردعمل کا تعلق ہے وہ نبی علیہ السلام کا اس کی اپنی شان کے مطابق ہوتا ہے عام آدمی کا اپنی حیثیت کے مطابق' صحابی کا اپنی شان کے مطابق' ایک ولی اللہ کا اپنی شان کے مطابق' جہاں تک کسی عمل کے موثر ہونے کا تعلق ہے تو انبیاء علیہم السلام شہید کیے گئے' انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا گیا' انبیاء علیہم السلام کو زخمی کیا گیا' انبیاء علیہم السلام کو محبوس کیا گیا' قید رکھا گیا' انبیاء علیہم السلام کو ایذا دی گئی' انبیاء علیہم السلام سے وطن چھڑائے گئے تو انسانی زندگی کے پراسس سے نبی بھی گزرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہوتی ہے انہیں ان کا دکھ محسوس بھی ہوتا ہے' ان سے محبت بھی ہوتی ہے۔ اہل وعیال ہوتے ہیں' رشتہ دار ہوتے ہیں' ضرورتیں ہوتی ہیں تو نبی سب سے زیادہ بھرپور زندگی گزارتا ہے تاکہ کسی کے پاس یہ اعتراض نہ رہے کہ انہیں تو اور کچھ کرنے کو تھا ہی نہیں اس لئے وہ اس دین پر عمل کرتے رہے' ہم تو بہت مصروف ہیں۔

جہاں تک سحر اور جادو کا تعلق ہے اس کا ثبوت قرآن حکیم میں دوسری جگہ بھی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں اور بنیادی طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں اس کا جو نزول ہوا وہ آزمائش اور ابتلا کے طور پر تھا۔ ہر دور کی مختلف چیزیں انسانوں کی آزمائش بنتی رہیں۔ اللہ کے دو فرشتے انسانوں کو جادو سکھاتے تھے لیکن سکھانے سے پہلے وہ کہتے تھے کہ اگر جادو سیکھو گے تو ایمان ضائع ہو جائے گا۔ اور یہ بھی بتاتے تھے کہ تمہارا جادو اتنا ہی اثر کر سکے گا جتنا رب چاہے گا۔ یہ بھی نہیں کہ جادو کے زور سے تم جو چاہو کر لو' ایسا نہیں ہو سکے گا۔ جیسے ہر مارنے والے کی گولی دوسرے کو قتل نہیں کر دیتی بلکہ اس کا ارادہ ظاہر کرتی ہے لیکن اگر اس کی زندگی ابھی باقی ہے تو بچ بھی سکتا ہے اسی طرح تمہارا جادو بھی جو تم چاہو گے کر

نہیں گزرے گا اور اس پر تمہیں رسک اتنا ہے کہ جادو پر عمل کرو گے تو ایمان چلا جائے گا۔ اس کے باوجود لوگ سیکھتے تھے۔ پھر شیطان نے اس کو بہت زیادہ ترقی دی اور کفریہ کلمات لوگوں کو تعلیم کئے۔ شیطان نے اس کا ایک پورا سسٹم اسٹیبلش کیا۔ کوئی آدمی جتنے کفریہ اعمال کرتا' جتنا وہ غلیظ رہتا' جتنا وہ بدکار ہوتا تو کوئی نہ کوئی شیطان ان کے اس تعلق کی نسبت سے اس کے ساتھ Attrach رہتا
ان الشیطین لیوحون الی اولیاء ھم- اللہ کریم فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اپنے دوستوں سے باتیں کرتا ہے گفتگو کرتے ہیں شیاطین اپنے تعلق والوں سے۔ الی اولیاء ھم۔ اپنے تعلق والوں سے یا اپنی نسبت والوں سے باتیں کرتے ہیں تو اس میں ہوتا یہ ہے کہ جب وہ شیطانی کلمات پڑھتے تو اس کا جو اثر شیطان نے انہیں القا کر رکھا تھا جہاں تک شیطان کا بس چل سکتا کسی کے مال چرانے کا یا کسی کو بیمار کرنے کا یا کسی کے گھر میں فساد ڈالنے کا تو وہاں تک وہ کوشش کرتا کہ اس کے ساتھ جو وعدہ کر رکھا ہے اسے نبھایا جائے۔
اس کا حاصل شیطان کو یہ ہوتا ہے کہ اس بندے کے بہت سے پیروکار اور ماننے والے اور عقیدت مند پیدا ہو جاتے جو اس کی طرح پھر عقیدے میں گمراہ ہو کر عملی برائی میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔
ایک بندے کو قابو کر کے شیطان اس سے ہزاروں بندوں کو گمراہ کرنے کا کام لے لیتا۔ شیاطین اور جن' جنہیں حضور ﷺ کی بعثت تک آسمانوں پر آنے جانے کی اجازت تھی ان میں قوت پرواز تھی۔ لیکن بعثت نبوی ﷺ کے بعد انہیں آسمانوں پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن وہ قوت پرواز سلب نہیں کی گئی جو زمین و آسمان کے درمیان پرواز کے لئے چاہئے تھی۔ تو یہ آسمانوں پر جاتے' آسمانوں سے نیچے بیٹھے رہتے کسی کونے کھدرے میں چھپ جاتے' کوئی ایک آدھ بات وہاں سے اڑا لاتے جو فرشتوں کو مل رہی ہوتی یا فرشتے جس سے گفتگو کر رہے ہوتے اس کے ساتھ دس پانچ اپنی طرف سے ملا کر کاہن کو بتا دیتے۔ کاہن لوگوں کو بتا دیتا اور یوں عرب میں وہ کہانت کا بھی چرچا تھا اور لوگ کاہنوں کے پاس ہی جاتے تھے۔

سارا یہی نہیں تھا البتہ کہانت کا ایک شعبہ یہ بھی تھا۔ پھر اس میں علم نجوم ایک علم تھا اس میں دوسرے اندازے تھے جیسے دست شناسی' چہرہ شناسی' علم نجوم وغیرہ۔ یہ سارے فن اس طرح سے ہیں جس طرح آپ کی میڈیکل سائنس میں' فزیکل سٹرکچر کا فن تعلیم کیا جاتا ہے جس سے اس فن کا ماہر یعنی ڈاکٹر ایک زندہ انسان کے جسم پہ دو چار جگہ پر ٹوٹیاں لگا کے مرض کی تشخیص کر لیتا ہے غیر ڈاکٹر کو پتہ نہیں چلتا۔ ایک مریض کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں نقص ہے وہ پتہ کر لیتا ہے اسی طرح طبیب نبض پر ہاتھ رکھ کے اس کی رفتار سے بدن کی وہ ساری کیفیت بھانپ لیتے ہیں' اندازہ کر لیتے ہیں خرابی کیا ہے' اس کی اصل کیا ہے' تکلیف کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔
جس طرح یہ اندازے ہیں کہ ٹھیک بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی یعنی ڈاکٹر کی تشخیص صحیح بھی ہو سکتی ہے غلط بھی ہو سکتی ہے اس طرح ہاتھ دیکھنے والے کا اندازہ ٹھیک بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔
اس طرح نجومی جو ان ستاروں سے حساب کرتا ہے اس کا اندازہ صحیح بھی ہو سکتا ہے غلط بھی ہو سکتا ہے اسی طرح جادو جو ہے یہ ان شعبوں سے الگ ایک شعبہ ہے جس میں شیطانی دخل اور کفر شامل ہے۔ دست شناسی میں آدمی بدکاری یا برائی نہ بھی کرے تو اسے ایک فن کی حیثیت سے سیکھ سکتا ہے' نجوم کو بھی ایک فن کی حیثیت سے سیکھ سکتا ہے۔

ہلاکو کے پاس ایک بہت بڑا نجومی گیا تھا تو مختلف باتوں کی پیش گوئیاں اس نے اسے بتائیں تو اس نے سوال کیا کہ یہ جو قبل از وقت تم مجھے بتا رہے ہو کہ فلاں علاقہ فتح ہو جائے گا کہ فلاں علاقے پر آپ حملہ نہ کیجئے گا وہاں ابھی امید نہیں ہے انتظار کیجئے تو تمہارے علم کا فائدہ کیا یہ تو کوئی فائدہ نہ ہوا فائدہ تو یہ ہونا چاہئے کہ تم ان حالات کو کچھ بدل دو کہ جہاں تم سمجھتے ہو کہ فتح نہیں ہو رہی وہاں فتح کر دو۔ تو اس نے کہا' نہیں' میں یہ نہیں کر سکتا۔ میرے علم میں یہ استعداد ہے کہ میں قبل از وقت یہ گیس Gues کر سکتا ہوں کہ کہاں کیا ہو گا۔ اس نے کہا پھر اس کا فائدہ جو ہونا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اگر تم نے بتا دیا تو اس کا کیا حاصل۔ وہ تو تم نہ بھی بتاؤ تو دو دن بعد خود ہی سامنے آجائے گا تو پھر اس کا کیا فائدہ۔ تو اس نے کہا کہ جی میں آپ کے اس سوال کا جواب اگر آپ اجازت دیں تو کل دربار ہال میں دوں گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کسی خاص خادم کو مقرر کر دیں جو کسی کو بتائے بغیر جب آپ دربار میں تشریف رکھتے ہوں اور سارے امراء فوجی سردار بیٹھے ہوں تو وہ اوپر کی چھت پر سے یا اوپر کی بالکونی

سے تانبے کا یا پیتل کا تھال جو شاہی خوان کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اسے وہ ان کے درمیان گرا دے۔ لیکن اس بات کا علم یا آپ کو ہو یا مجھے۔ چنانچہ ایسا ہوا' دوسرے دن حسب معمول دربار لگا ہوا تھا تو ایک دم زور سے وہ تھال آکر فرش پر گرا زور کا دھماکہ ہوا' کسی کی کرسی الٹ گئی' کوئی بدحواس ہو گیا' کسی نے تلوار کھینچ لی' ہر ایک کا ایک مختلف شدید رد عمل تھا۔ پورے دربار ہال میں صرف وہ ایک نجومی اور دوسرے بادشاہ' دو بندے پرسکون تھے چونکہ انہیں پتہ تھا کہ دھماکہ ہونا ہے ان کے لئے یہ کوئی un-expected چیز نہیں تھی۔ نجومی نے کہا جی آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ کوئی گیس یا اندازہ ہو تو آدمی حالات کو سکون سے فیس کر لیتا ہے۔ اور اچانک یا حادثاتی طور پر جب پیش آجائے تو بہادر جرنیلوں کی طرح وہ عجیب وغریب حرکتیں کر بیٹھتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو اس طرح سے ان علوم کی ایک حیثیت ہے۔ لیکن جادو' متذکرہ علوم سے الگ ایک شعبہ ہے جس میں شیطان کا عمل دخل بہت زیادہ ہے اور شیطانی کلمات جو ان کو سکھائے جاتے ہیں سے بعض عجیب وغریب چیزیں ظہور میں آتی ہیں۔

ہم ایک دفعہ گندم کی گہائی کر رہے تھے۔ غلہ صاف کر رہے تھے اسی دوران بارش آگئی تو ہمارا وہ سارا سسٹم گیلا ہو گیا' بھیگ گیا تو چھٹی ہو گئی انتظار کرنا پڑا۔ تو ہم نے وہ بہت سا تارہ میرا بھی اکٹھا کر کے رکھا ہوا تھا میری عادت رہی ہے کہ میں ٹریکٹر رکھتا اور ڈرائیوروں کے ساتھ ہمیشہ خود کام کرتا۔ میں نے ایک آدمی سے کہا ویسے فارغ تو بیٹھے ہو اسے ذرہ الگ الگ کر دو کہ اس میں سے ہوا گزر جائے تاکہ جلدی سوکھ جائے تو جب اس نے تارا میرا کے ڈھیر کو ذرا حرکت دی تو اس میں سے عجیب سانپ نکلا' سفید رنگ کا کوئی ڈیڑھ پونے دو فٹ کا ہو گا۔ پتلا سا تھا لیکن بڑا ہی تیز طرار ہم نے اسے گھیر گھار کر ایک بڑی شربت والی خالی بوتل میں ڈال لیا اور بوتل کو ایک چھوٹے سے درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔ تو دس پچاس گز کے فاصلہ سے جو بندہ گزرتا تو وہ جتنی بوتل تھی اتنا اس میں کھڑا ہو جاتا ساتھ ہی کوئی چار پانچ سو گز دور خانہ بدوشوں کی کچھ جھگیاں تھی میں نے انہیں پیغام بھیجا کہ یہ سانپ پکڑا ہوا ہے قیمتی ہے چاہو تو لے جاؤ۔ تو ان کا ایک آدمی آگیا کوئی چالیس پینتالیس کی عمر کا ہو گا۔ پھٹے ہوئے کپڑے نہایت غلیظ' نہایت گندہ' انتہائی میلا' آدھا سویا ہوا آدھا جاگتا ہوا کوئی نشہ وشہ کر رکھا تھا نیم خوابیدہ سا تھا تو ان کا پیشہ بھی تھا وہ تھے بھی سانپ پکڑنے والے اس کا تو پیشہ بھی وہی تھا تو اس نے جب دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کہنے لگا! جی یہ تو آپ نے بہت کام کیا۔ یہ تو ملتا ہی نہیں بوتل کی طرف بڑھا۔ میں نے کہا' نہیں! بوتل نہیں سانپ دینا ہے۔ بوتل نہیں دینی بوتل کو ہاتھ مت لگاؤ۔ تمہیں سانپ مل سکتا ہے چاہو تو میں بوتل الٹ دیتا ہوں لے جاؤ۔ وہ بڑا گھبرایا' کہنے لگا نہیں آپ مجھے بوتل دے دیں ہم اس میں سے کسی برتن میں ڈولی شولی میں ڈال لیں گے اور آپ کی بوتل واپس کر دیں گے۔ میں نے کہا میں نے آپ کو بوتل دینے کا کہا ہی نہیں نہ میں بوتل دے رہا ہوں۔ سانپ آپ چاہتے ہیں تو لے جائیے۔ میں نے کہا ہم نے مار ہی دینا ہے ہم نے اسے کیا کرنا ہے تمہارا روزگار ہے تو لے جاؤ تو بڑی دیر وہ منتیں کرتا رہا۔ ایک چارپائی سی پڑی تھی ٹوٹی سی میں اس پر بیٹھا تھا ساتھ وہ زمین پر بیٹھ گیا بڑی منتیں کرے۔ جب اسے تسلی ہو گئی کہ یہ نہیں دینے کا تو کہنے لگا کہ جی اچھا آپ بوتل یہاں تو لے آئیں۔ میں وہ لے آیا اتار کے وہ کوئی دو تین منٹ تھوڑا سامنے میں گنگناتا رہا اور اس نے بوتل سے ڈھکن اتارا اس میں پھونک ماری اور اسے اپنے ہاتھ پہ الٹا لیا وہ رسی کی طرح ہو گیا اس میں کوئی بل اکڑ نہیں تھی کوئی غصہ نہیں تھا اس نے زمین پر چھوڑ دیا وہ بھاگتا بھی نہیں تھا اس نے وہ دھوتی اتاری جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی تین چار تہیں اس نے اس طرح کر کے دوہری کر کے اس کے اوپر رکھا اوپر سے گانٹھ لگائی اور سلام کر کے چلا گیا۔ تو مجھے بڑی حیرت ہوئی مجھے یہ توقع نہیں تھی مجھے ایسا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ میں نے کہا عجیب آدمی ہے اب اسے کلمہ تو سیدھا آتا نہیں ہے عقیدتاً" یہ مسلمان بھی نہیں ہے۔ وہ اس طبقے کے لوگ تھے کہ جب یہاں آتے ہیں تو گیدڑ وغیرہ شکار کر کے کھاتے ہیں۔ تو حرام خور ہی انہیں کہا بھی جاتا ہے۔ وہ مسلمان بھی نہیں ہیں اور وہ کوئی خاص کافر بھی نہیں ہیں۔ کسی کفر پر وہ جم کے نہیں رہتے جو مل گیا کھا لیا جہاں پڑے رہے پڑے رہے۔ تو اس طرح کا قبیلہ تھا۔ میں نے کہا یار عجیب بات ہے یہ کیسے ہو گیا۔ حیرت تو تھی مجھے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ مشائخ سے میں نے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کچھ اس نے پڑھا ہے یہ کفریہ

کلمات ہوتے ہیں یہ شیطان اپنے چیلے چانٹوں کو القا کرتا ہے یا پھر وہ ان اساتذہ سے سیکھ لیتے ہیں جن پر شیطان نے القا کیا تھا۔ وہ جب ان کو دہراتے ہیں تو ممکن حد تک شیطان ان کی مدد کرتا ہے۔ خصوصاً کتے، خنزیر، سانپ ان پر اس کا بہت اثر چلتا ہے۔ بلکہ اکثر جن اور شیاطین ان شکلوں میں متشکل ہو کر رہتے ہیں تو وہ چیزیں پھر ان کی بات ماننا شروع کر دیتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام آدمی ایسے لوگوں سے متاثر ہوتا ہے۔ ان سے عقیدت رکھتا ہے اور ان کی بات مان کر گمراہ ہوتا ہے۔ تو صرف یہ جادو کی حقیقت ہے اس واقعہ سے اس کی اصلیت کا یہ پہلو مجھے اللہ کریم نے مشائخ کی معرفت دیا۔ یہ اس طرح کا ایک فن یا علم ہے جس سے دوسرے کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی جادو سے کسی کو قتل کرتا ہے یا بیمار کرتا ہے تو وہ ملکی قانون کی گرفت میں تو نہیں آتا لیکن اللہ کے نزدیک وہ ویسا ہی قاتل ہے یا ویسا ہی گناہگار ہے جیسا کسی اور طریقے سے ایذا دینے والا۔

تو نبی رحمت ﷺ پر یہود کے جادو کا جو اثر ہوا آپ ﷺ کو جو ایذا ہوئی تو آپ ﷺ کی وہ جو تکلیف آپ ﷺ نے برداشت کی اس کا حاصل ساری امت کو نصیب ہوا اور اللہ کریم نے ایسی آیات نازل فرما دیں کہ جن کو پڑھنے سے جادو بے اثر ہو جاتا ہے اور معطل ہو جاتا ہے اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ عاملین میں اور اہل اللہ میں، عاملین میں اور انبیاء علیہم السلام میں، عاملین میں اور کاملین میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ عامل عمل کرتا ہے لیکن کامل کی توجہ اسے پاش پاش کر دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ پر اثر ہوتا اور آپ ﷺ کو وہ ایذا پہنچنا آپ ﷺ کے طفیل آپ ﷺ کی ساری امت کو جو انعام ملنا تھا اس سحر کے روکنے کے لئے اور شیطانوں سے تحفظ کے لئے اور اللہ کی پناہ چاہنے کے لئے جو مخصوص تسبیحات جو اپنے پسندیدہ کلمات یا انداز جو رب العلمین چاہتا تھا کہ مجھ سے اس طرح پناہ میرے بندے پکڑا کریں وہ ملنے کا سبب بن گیا۔ تکلیف حضور ﷺ نے اٹھائی اور فائدہ ساری امت نے حاصل کیا تو اس جادو سے جب آپ ﷺ کے سر مبارک کو گرانی ہوئی تو اللہ کریم نے یہ آیات مبارکہ یہ دو سورتیں نازل فرمائیں جن میں حکم ہے۔

قل اعوذ برب الفلق ○ آپ ﷺ کہیے کہ میں پروردگار عالم کی پناہ مانگتا ہوں جو فجر کو طلوع کرتا ہے۔ جو فجر کا رب ہے جو تاریکیوں کو پھاڑ کر ان میں روشنی پیدا کرتا ہے۔ ہر اس چیز سے من شر ما خلق ○ جو چیز بھی ایسی ہے کہ وہ انسان کو ایذا دے سکتی ہے اللہ کی ساری تخلیق میں ان سب کے ایذا ان سب کے شر سے، میں اسی رب کی پناہ مانگتا ہوں، جو تاریکیوں کا سینہ چیر کر صبح طلوع کر دیتا ہے۔ ومن شر غاسق اذا وقب ○ اور میں شب تار کی تاریکیوں سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جب وہ چھا جاتی ہیں ظلم کے اندھیرے ہوں، کفر اور شرک کی تاریکی ہو، برائی اور بدکاری کی تاریکی ہو، ظالم کے ظلم کی تاریکی ہو یا جادوگر کی جادوگری کی ہر اس تاریکی سے جو روشنیوں کو چھپا لیتی ہے یا ان پر چھا جاتی ہے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

ومن شر النفثت فی العقد ○ اور ان اعمال سے جو جادوگر اپنے جادو کسی پر موثر کرنے کے لئے کرتے ہیں، ان اعمال سے بھی اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ من شر النفثت وہ پڑھ پڑھ کر بالوں پر یا دھاگوں پر پھونک کر گرہیں لگائے جاتے اور جس کے بال یا جس کے لباس کا وہ دھاگہ ہوتا اس پر اس کے اثرات ڈالنے کی کوشش کرتے اللہ کریم نے اس کے جواب میں اپنی پناہ اور اپنی ذات سے مدد مانگنے کا حکم دیا اور سکھا دیا کہ میں جادوگر کے جادوگرانہ اعمال سے بھی اور ان چیزوں سے بھی پناہ مانگتا ہوں جن سے اس کا جادو موثر ہوتا ہے۔

ومن شر حاسد اذا حسد ○ اور یہ ساری تکلیف اگر کوئی بندہ بندے کو ایذا دینے کی سوچتا ہے تو اس کے پیچھے حسد کا جذبہ ہوتا ہے تو ہر حاسد کے حسد سے سرے سے میں اس جذبے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی میری ایذا کے لئے میرے درپے آزاد ہو یہ پانچ آیات مبارکہ اس پہلی سورت میں اور دوسری میں اور انہی سورتوں کو اللہ کے حکم سے قرآن کریم کے اختتام میں رسول ﷺ نے لکھوا دیا کہ انجام کار اللہ کا بندہ سارا قرآن پڑھنے کے بعد حاصل قرآن یہ ہے کہ اللہ کی مدد ہر حال میں چاہئے اور ہر برائی سے اس کی مدد سے بچنے کی ضرورت ہے خواہ وہ برائی بندوں کی طرف سے ہو جادوگروں کی طرف سے ہو۔ وہ بدکاری حکومت کی طرف

سے ہو وہ معاشی ضروریات کی طرف سے ہو یا اپنے نفس کی طرف سے ہو۔ حاصل قرآن یہ ہے کہ جس طرح ابتدائے قرآن میں سورۃ فاتحہ ہے اور اس کا جواب سارا قرآن حکیم ہے تو یہ آخری گیارہ آیات' دو سورتیں اس سارے کا حاصل کلام بن جاتی ہیں فرمایا!

کہہ دیجئے! اعوذ برب الناس ○ میں اس رب کی پناہ مانگتا ہوں جو سارے انسانوں کا رب ہے۔ رب ہوتا ہے ہر ضرورت مند کی ہر ضرورت' ہر جگہ' ہر وقت' پوری کرنے والا ربوبیت کا بہت وسیع شعبہ ہے۔

مولانا ابو کلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ نے فاتحتہ الکتب لکھی ہے اس میں صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ اس میں رب العلمین کی ربوبیت پہ ایک بہت وسیع چیپٹر ہے 'ایک پورا باب ہے۔ اس میں انہوں نے ربوبیت کے شعبے اور رب العلمین کی ربوبیت کہاں کہاں کیسے کیسے پہنچ رہی ہے' بہت خوبصورت بحث کی ہے تو ربوبیت جو ہے یہ ساری کائنات کی تخلیق سے لیکر اس نظام کے چلانے اور بقا تک جو سارا شعبہ ہے یہ اللہ کی ربوبیت ہے۔ ایک ذرے سے لیکر عرش عظیم تک اور جنت وجہنم کی تخلیق' فرشتوں انسانوں کا بنانا اور انہیں زندگی دنیا پھر ان کی ضروریات پوری کرنا یہ اللہ کی ربوبیت ہے اور پھر اس کا ماحاصل لکھتے ہیں تو بڑا لطف آتا ہے۔ فرماتے ہیں! ربوبیت' رحمت الٰہی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اس کی رحمت بہت وسیع تر ہے۔ الحمد اللہ رب العلمین ○ الرحمٰن الرحیم ○ تو ربوبیت کے بعد پھر اگلا چیپٹر رحمت کا شروع ہوتا ہے تو بڑے خوبصورت انداز سے وہ سمجھاتے ہیں کہ یہ سارا نظام اور ہر ذرے کی ہر ضرورت کی نگہداشت' اس کے متعلق علم اس کے پورا کرنے کی طاقت' پھر اپنی پسند سے اسے پورا کرنا' اسے پروان چڑھانا' بتدریج اسے کمال تک پہنچانا یہ سارا خاصہ جو ہے یہ ربوبیت باری کا ہے اور فرماتے ہیں کہ ربوبیت اس کی رحمت کا ایک شعبہ 'ایک چھوٹا سا حصہ ہے اس کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تو یہاں یہی ارشاد ہوتا ہے کہ۔

آپ کہہ دیجئے کہ میں انسانوں کے پروردگار اور رب کی پناہ چاہتا ہوں اور اسی رب کی جو حقیقی بادشاہ ہے۔

ملک الناس ○ جو سلطان ہے نوع انسانی کا اور الہ الناس ○ صرف صاحب اقتدار اور صاحب حکومت اور صاحب اختیار ہی نہیں معبود برحق ہے ساری انسانیت کا جس کی پناہ چاہتا ہوں من شر الوسواس ○ الخناس ○ اس کی برائی سے اس خناس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جو وہ وسوسے ڈال کر کرتا ہے۔ یعنی جو۔ الذی یوسوس فی صدور الناس ○ وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے من الجنتہ والناس ○ وہ خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

تو بعض انسانوں کو بھی شیطان کا اتباع کرتے کرتے وہ کمال حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ خود مجسم شیطان بن جاتے ہیں اور یہاں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ شیطان تو دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہوتا ہے۔ شیطانی سوچ مختلف ہوتی ہے وسوسہ الگ آتا ہے لیکن انسانوں کا جو شیطان ہے یہ بہت زیادہ خطرناک ہے۔ یہ ایک تو عملاً" کرکے دکھا دیتا ہے کہ آؤ میں کر رہا ہوں تم بھی کرو دوسرا یہ ناصح اور مشفق بن کر نصیحت کرتا ہے سمجھ نہیں آتی وسوسہ ڈال رہا ہے یا نصیحت کر رہا ہے۔ بندہ دھوکا کھا جاتا ہے۔ تو اللہ کریم نے اپنی ذات سے اپنی مدد مانگنے کا اسلوب سکھایا ہے کہ میرے بندے ان الفاظ میں اور اس انداز سے مجھ سے میری مدد چاہیں یہاں بات تو جادوگروں کی چل رہی تھی تا لیکن اللہ نے رحمت فرماتے ہوئے فرمایا کہ جادوگر کا جادو آپ کے جسم کو ایذا دے گا آپ کی جسمانی صحت خراب کرے گا یا آپ کے جسمانی نظام کو متاثر کرے گا یہ جو خناس ہے وسوسے ڈالنے والے جو ہیں یہ تو ایمان کے ڈاکو ہیں کہ اگر جسمانی صحت کے ڈاکو سے پناہ مانگ رہے ہیں یہ تو اس کی رحمت ہے نا یہی کمال ہے کہ بات تو تھی چھوٹی سی اس نے عطا اس کے ساتھ دوسرا نسخہ بھی کر دیا کہ ان سے بھی ساتھ پناہ مانگا کرو کہ اللہ مجھے یہ وسوسے ڈالنے والے گمراہ کرنے والے اور برائی کی طرف بلانے والے خواہ وہ جن ہوں شیطان ہوں یا وہ شیطان انسانوں میں سے ہوں ان کی رسائی اور ان کی گرفت سے بھی اپنی پناہ میں رکھ۔

اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے بندہ گرانی محسوس کرے یا سمجھے مجھے کسی نے تکلیف دینے کی کوشش کی ہے یا کوئی بڑا واقعہ کہ اس میں اسے لوگ Attract کرنا چاہتے ہیں یا کسی طور متوجہ کرنا چاہتے ہیں یا کسی برائی کی طرف تو ان آیات مبارکہ کو پڑھا جائے تو اللہ مہربانی فرماتے ہیں اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے جادوگری سے تحفظ مل سکتا ہے اور بری مجلس سے برے لوگوں کے مشوروں سے اور برے دوستوں کے برے اثرات سے بھی اللہ کریم کی پناہ نصیب ہوتی ہے۔

# بلیاں اور بندر

تحریر۔ سرفراز حسین

قوموں کی تاریخ شاہد ہے کہ کسی غیر مسلم فاتح نے بھی اپنے مقبوضہ علاقوں سے وہ سلوک نہیں کیا ہے جو ہماری ہر دل عزیز حکومتیں گزشتہ تیرہ سالوں سے عوام کے ساتھ مینڈیٹ کے نام پر روا رکھے ہوئے ہیں۔

ایک مقابلہ ہے دو سیاسی جماعتوں کے درمیان لوٹ مار کا' قتل وغارت کا' ادارے تباہ کرنے کا' ملک کو مقروض کرنے کا' عوام کو بدحال کرنے کا' انصاف کو ملیامیٹ کرنے کا' ملکی سرحدوں کو کمزور اور نظریاتی سرحدوں کو پامال کرنے کا۔

کسی ایک نوع کے مسئلے پر لکھنے بیٹھو تو سابقہ تمام زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔ کسی فوری اور خاص مسئلہ پر لکھ کر دوسرے مسائل کو کم تر اہمیت دینے کو دل نہیں مانتا کہ ہر ایک کا تعلق انسانی بقا سے ہے۔

سی ٹی بی ٹی پر لکھنا چاہتا تھا کہ حکومت اس پر یا اس جیسے دیگر معاہدوں پر دستخط کرنے سے باز رہے اور کسی کے دباؤ میں نہ آئے۔ لیکن جوں جوں نواز کلنٹن ملاقات قریب آ رہی ہے حکومت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے اپنے ذرائع ابلاغ پر خود ہی دباؤ ڈال رہی ہے اور سائنس دانوں کو بھی استعمال کر رہی ہے اور حکومت کی بے چینی دیکھی نہیں جا رہی۔ لہٰذا حکومت کا عندیہ معلوم۔

مولانا محمد عبداللہ اور حکیم محمد سعید کی شہادت پر لکھنا چاہتا تھا لیکن سوچتا ہوں کہ ان مقتولوں کے قصاص کے لئے کس سے کہوں' کہ قتل کے تیسرے روز جنہیں تین وزارتیں دی گئیں اب انہی سے قاتلوں کا مطالبہ خود حکومت کر رہی ہے۔ یہ وزارتیں کیا کامیاب آپریشن کے انعام کے طور پر تھیں یہ کیا معاہدہ تھا جو پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا اور وزارتیں واپس لے لی گئیں اور اس قتل کے ایک اقراری مجرم کو ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا۔ کیا یہ نورا کشتی ہے یا معاہدہ "وارے" میں نہیں رہا۔

یہ ہماری اپنی □ حکومتیں ہوتی ہیں۔ ہم انہیں خود اقتدار کی کرسیوں پر بٹھاتے ہیں کبھی ایک کو باری دیتے ہیں کبھی دوسرے کو مگر ہمارے مسائل میں ہر کرسی نشیں اضافہ کر کے چلا جاتا ہے۔ خواہ کوئی معین قریشی ہو یا درویش وزیراعظم ہم کسی کے حضور بھی گستاخی نہیں کرتے مگر ہماری سزا کم نہیں ہوتی' ختم ہونے میں نہیں آتی۔ جتنا کوئی بھاری مینڈیٹ لے کر آتا ہے ہم پر اتنی ہی "بھاری" آ جاتی ہے۔

مجھے تو اس وقت وہ لالچی بلیاں یاد آ رہی ہیں جو کہیں سے روٹی کا ٹکڑا ملنے پر اس لئے لڑ پڑی تھیں کہ ہر ایک اپنے حصے سے زیادہ کی طلب گار تھی۔ آخر کار انہوں نے انصاف کے لئے ایک بندر پر اعتماد کیا۔ اس نے ان کے ساتھ جو بندر بانٹ کی اس سے سب واقف ہیں۔ میں تو یہ سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ حکومتوں کی بات چل رہی تھی' ان کی کارگزاریوں پر بات ہو رہی تھی عوام کے مسائل اور ان کی غیر محفوظ زندگیوں کی بات ہو رہی تھی' یہ غیر متعلق بچپن کی کہانی خیالات میں کیسے در آئی؟ یہ بلیاں اور یہ بندر درمیان میں کہاں سے آ گئے........ کہاں سے آ گئے؟

# الحبیب جیولرز

زیورات کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ

پروپرائیٹر
محمد اجمل

ریل بازار فیصل آباد فون:۔ 615693

# زیارت عمرہ حاصل کیجئے

سلسلہ عالیہ کے احباب عمرہ پر جانے کے لئے رابطہ کریں○ہم آپ کو گروپ کی صورت میں حرمین شریفین کے سفر پر روانہ کریں گے○گروپ کم سے کم تین ساتھیوں پر مشتمل ہوگا' آپ جہاں بھی ہوں ہم گھر تک سروس دیں گے○فون کے ذریعے یا ڈاک کے ذریعے رابطہ کریں

○حفیظ الرحمن ○العروج انٹرنیشنل ٹریولز' اکال والا روڈ' ٹوبہ ٹیک سنگھ

فون نمبرز:۔ 0461-2520-510559 ○فیکس نمبر:۔ 0462-510559

○انشاء اللہ○ ساتھیوں کیلئے رعایتی پیکج ہوگا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی

پانچوں نمازوں کو باجماعت مسجد میں ادا

کرنے کا اہتمام کرے گا اسے اپنی ذمہ داری

پر بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کریں گا

## شیخ محمد شکیل قصوری

ٹائر ڈیلر فاطمہ جناح روڈ سرگودھا فون۔ 716266-713148

موبائیل۔ 03451-739858

## زرعی زمین برائے فروخت

45 ایکٹ چاہی زمین

واقعہ موضع کوٹ میانہ

تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

برائے رابطہ

مخدوم حفیظ احمد برادران فون 714239

PSO

## لودھی برادرز

PSO ڈسٹری بیوٹر

ہول سیل ڈیلر

لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل

پروپرائٹرز

شمس الرحمن خاں لودھی

نور الرحمن خاں لودھی

حفیظ الرحمن خاں لودھی

لال ملز چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد فون:- 618946-624353 موبائل:- 0341-7651946

# سوال وجواب ــــــ امیر محمد اکرم اعوان

علم سیکھنا' خاص کر دین کا علم سیکھنا ایک نہایت مبارک عمل ہے اور سوال وجواب اس میں بہت مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ سوال اگر علم سیکھنے کے لئے کیا جائے تو یہ علم سیکھنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے لیکن اگر بحث برائے بحث کے لئے کیا جائے تو اس سے زیادہ فضول کام کوئی نہیں ہے۔ اور اس کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ کچھ سوالات تو یقیناً" ایمان و عقیدہ سے متعلق ہوتے ہیں اور کچھ محض غلط فہمی یا اشکال کا ازالہ کرنے اور تشفی دل کے لئے ہوتے ہیں۔ چند سوالات اور ان کے جوابات شامل اشاعت ہیں یہ سوالات جناب محمد زبیر انجم نے ضلع جھنگ سے کئے تھے۔

سوال:۔ قرآن مجید میں ہے کہ "اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" کیا انسان تقدیر بدل سکتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اگر ابوجہل لعنت اللہ کی قسمت میں ہدایت ہوتی تو وہ ہدایت لیتا یعنی اس کی قسمت میں ہی ہدایت نہیں تھی۔ کیا ہمیں اپنے اعمال پر اختیار ہے؟

جواب:۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے درست' مگر ساتھ یہ بھی قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ کسے چاہتا ہے مثلاً" ارشاد باری ہے۔ "کہ جس کے نہاں خانہ دل میں ہدایت کی آرزو پیدا ہو جائے اللہ اس کو ہدایت دے دیتا ہے" یہ بھی درست ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ ابوجہل کی طرح ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں مگر حدیث پاک کے مطابق اس کا ذمہ دار بھی خود انسان ہوتا ہے کہ جب برائی کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر پیدا ہو جاتا ہے اگر باز نہ آئے تو وہ بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ سارا قلب سیاہ ہو جاتا ہے تب اس پر غضب الٰہی مہر کر دیتا ہے۔

سوال:۔ فرقہ بندی جنہیں سنی' دیوبندی' اہلحدیث وغیرہ یہ سب کے سب اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں تو ہم یہ کیسے تلاش کریں کہ کون سچا ہے اور ہمیں کیسا ہونا چاہئے اور کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے؟

جواب:۔ دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث سب ایک ہی درخت کی سایہ دار شاخیں ہیں۔ ایک تنے سے جڑی ہوئی ہیں یعنی اصول میں سب متفق ہیں۔ توحید' رسالت' ختم نبوت' کتاب' فرشتہ' آخرت' ثواب وعذاب غرضیکہ ضروریات دین اور عبادات' صلوٰۃ' رمضان' زکوٰۃ سب میں اتفاق ہے۔ فروعات یعنی جزئیات میں ایک دوسرے پر ترجیح ہے جیسے جہلاء نے اپنی مطلب براری کے لئے مقابلے کا رنگ دیکر کفر اسلام تک پہنچا دیا ہے۔ رہا یہ جملہ کہ کسے قبول کریں تو قلب کو ذاکر کیجئے۔ اس میں یہ استعداد پیدا ہو جائیگی کہ صداقت میں بھی اعلیٰ بات قبول کرے گا اور ادنیٰ چھوڑ دے گا انشاء اللہ۔

سوال:۔ استغفراللہ! اگر شیطان کا ہونا امر ہی تھا تو ابلیس کا اس میں کیا عمل دخل ہے کہ وہ شیطان بنا؟

جواب:۔ ابلیس نے براہ راست اللہ کے حکم کا انکار کیا اور توبہ کی بجائے الزام بھی اللہ پر لگایا کہ آپ مجھ سے سجدہ کرا دیتے تو کرا سکتے تھے مگر یہ نہ جانا کہ قدرت کاملہ سے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے یہاں تو اپنی مرضی اور دل کی گہرائی سے اطاعت مقصود تھی۔ بہرحال اللہ کا علم ایسا ہے کہ اسے ہر بات کا علم ہے لہٰذا وہ جانتا تھا کہ ابلیس ایسا کرے گا۔ اس لئے یہ مان لینا کہ اللہ نے زبردستی ابلیس بنا دیا درست نہیں بلکہ وہی ابلیسی فلسفہ ہے اللہ کو علم ہے کہ کون کیا گناہ کرے گا تو کیا اس کا معنی یہ لیا جائے کہ معاذ اللہ گناہ خود اللہ کرواتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

امید ہے میری بات سمجھ لی جائے گی۔

محمد زبیر انجم

# وائے پریشانی ـــــ تیرا علاج ڈھونڈوں کہاں

## ایک بندہ خدا

دنیا میں ایک خاکروب سے لیکر ایوان اقتدار تک ہر آدمی پریشانی کا شکار ہے۔ صرف پریشانی کی نوعیت اور شدت میں فرق ہے۔ سنا ہے ہماری حکومت نے حال ہی میں صرف ایک پریشانی دور کرنے کے لئے 32 کروڑ ڈالر خرچ کیا ہے۔ پھر بھی پریشانی کسی درجے میں موجود ہے۔ ہر پریشانی کی وجوہات صرف دو ہیں۔ (1)۔ ہائے ایسا کیوں ہوا' یوں ہونا چاہیے تھا۔ (2)۔ ہائے کہیں ایسا نہ ہو جائے۔ بس صرف یہی دو وجوہات ہیں۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ ہے ایک خفیہ بیماری۔ وہ بیماری یہ ہے کہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا کا نظام اس کی مرضی اور اس کی پسند کے مطابق چلے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں دنیا یں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اس بیماری سے محفوظ ہے اس گروہ کے افراد اکا دکا ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے بچنے کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ ان کا پختہ یقین ہے کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آئی بلکہ کسی بنانے والے نے اسے بنایا ہے۔ اور اس کا نظام وہی چلا رہا ہے۔ اور اس کے علم اور قدرت کا یہ حال ہے کہ کائنات کا کوئی ذرا اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں اور کوئی پتا اس کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا اور لطف یہ ہے کہ کائنات کے وجود میں آنے سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونا ہے۔ جہاں ہونا ہے' جب ہونا ہے' جیسے ہونا ہے' وہ سب کمپیوٹرائزڈ ہے۔ ایسا ہو کر رہے گا اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔ بس پریشانی ختم۔ کیونکہ پریشان ہونے سے وہ کمپیوٹرائزڈ نظام ہرگز نہیں بدل سکتا۔ پھر پریشان ہونا نری حماقت ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آدمی کیا کرے۔ جواب یہ ہے کہ آدمی بندہ بن جائے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ بندہ کیسے بنے جواب یہ ہے کہ مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور نتیجے سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ نتیجہ نکالنا مالک کا کام ہے اور وہاں نہ رشوت چلتی ہے نہ سفارش' یعنی بندے کو صرف اس بات کی فکر رہے کہ حکم کی تفصیل میں کسی قسم کی غفلت یا کمی نہ رہنے پائے اور بس

آدمی اگر اپنے اردگرد دوسری مخلوق کو دیکھے تو اسے یہ حقیقت بخوبی معلوم ہو جائے دیکھو آک پر بھی پھل لگتا ہے اور آم پر بھی۔ دونوں کی شکل بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ مگر ذائقہ اور اثر میں زمین و آسمان کا فرق ہے اب اگر آک پریشان ہونے لگے کہ ہائے میرے پھل میں وہ مزا کیوں نہیں جو آم کے پھل میں ہے تو مرجھا کے رہ جائے۔ اور آک کا کوئی پودہ ہرا بھرا نظر نہ آئے۔ آدمی اگر آک ہی سے سبق سیکھ لے تو بندہ بن جائے۔

ہاں بندہ ایک کام اور کر سکتا ہے وہ یہ کہ جب پریشان ہو تو مالک سے درخواست کرے کہ میرے مالک میری پریشانی دور فرما۔ مالک جس رنگ میں چاہے گا اس کی پریشانی دور فرما دیگا۔

CPL # 3

MONTHLY

# AL-MURSHED

# اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں

لکھی ہوئی عام فہم اور دلچسپ تفسیر "اسرار التنزیل

مکمل ہو چکی ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہیں۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

---

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY,
COLLEGE ROAD TOWNSHIP
LAHORE. PH : 5180467